یازدہ رسائل

رموزِ معرفت اور عشقِ حقیقی سے متعلق شہکار رسائل

از تصنیفات وافادات

قطب الاقطاب حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا قاضی احمد عبدالصمد صاحب فاروقی قادری چشتی قدس اللہ سرہ

سیرت فاؤنڈیشن

۸۵۵۔ این، سمن آباد، لاہور

پاکستان میں اسلام اور اسلامی تصوف

کے موضوع پر معیاری کتب کی اشاعت کے لیے

الحاج **محمد ارشد قریشی** رحمۃ اللہ علیہ

کا نام ہمیشہ محترم رہے گا۔

سیرت فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع کردہ یہ سلسلہ کتب

اُن کی یاد سے وابستہ ہے۔

سیرت فاؤنڈیشن کی تمام مطبوعات کی اشاعت میں

خصوصی معاونت کے لیے ادارہ

محترم جناب سردار محمد فیصل خان چشتی صاحب

کا بے حد ممنون ہے۔

marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : یازدہ رسائل (اردو ترجمہ)

مصنف : حضرت خواجہ قطب الاقطاب سید محمد حسینی گیسو دراز قدس سرہٗ

مترجم : حضرت مولانا قاضی احمد عبد الصمد فاروقی قادری چشتی ؒ

ناشر : سیرت فاؤنڈیشن ○ لاہور

طابع : کارواں پریس ○ لاہور

اشاعت : ربیع الاول ۱۴۲۴ھ بمطابق مئی ۲۰۰۳ء

تعداد : پانچ سو

قیمت : /300/- [redacted]وپے

بسعی و اہتمام

نصر اقبال قریشی

سیرت فاؤنڈیشن - لاہور فون ۷۷۶۰۸۸۲

تقسیم کار

- ○ دربار بک شاپ ــــ دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ ــــ لاہور
- ○ المعارف ــــ گنج بخش روڈ ــــ لاہور
- ○ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ــــ گنج بخش روڈ ــــ لاہور
- ○ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ــــ اُردو بازار ــــ لاہور - کراچی
- ○ نظامی کتب خانہ ــــ دربار حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ ــــ پاکپتن شریف
- ○ احمد بک کارپوریشن ــــ اُردو بازار ــــ راولپنڈی

marfat.com

رسالہ نہم:

شرح بیت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ ۲۲۷

رسالہ دہم:

عاشق: رسالہ در بیان عشق ۲۳۵

رسالہ یازدہم:

برہان العاشقین المعروف بہ قصہ چہار درویش و مشہور بہ شکارنامہ ۲۵۷

برہان العاشقین (فارسی متن) ۲۵۹

شکارنامہ (اردو ترجمہ) ۲۶۱

شرح برہان العاشقین

شرح حضرت خواجہ گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۳

شرح برہان العاشقین

شرح حضرت خواجہ ابو صالح الشیخ محمد چشتی عرف شیخ محمد حسن چشتی قدس سرہ ۲۷۳

شرح برہان العاشقین

شرح حضرت مولانا میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ ۲۷۹

شرح برہان العاشقین

شرح حضرت میر سید محمد کالپوری قدس سرہ ۲۹۵

شرح برہان العاشقین

شرح حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی قدس سرہ ۳۱۵

marfat.com

خاندان حضرت گیسو دراز کے مورث اعلیٰ ہرات سے دہلی آئے تھے۔ یہیں ۷۲۱ھ میں ان کی ولادت باسعادت ہوئی[1] ان کے والد بزرگوار سید یوسف حسینی عرف سید راجا کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے ارادت تھی۔ اپنے ملفوظات جوامع الکلم میں خود فرماتے ہیں:

"پدر من ز یاران خدمت شیخ نظام الدین بودؒ"[2]

ان کے نانا بھی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے[3]

قیام دیوگیر جب حضرت گیسو درازؒ کی عمر چار سال کی تھی تو ان کے والد بزرگوار سلطان محمد تغلق کے عہد میں دہلی سے دیوگیر منتقل ہو گئے۔ اس زمانہ میں دولت آباد کے صوبہ دار حضرت گیسو درازؒ کے ماموں ملک الامرا سید ابراہیم مستوفی تھے۔ یہاں ایک بزرگ شیخ بابو رہا کرتے تھے جن کی صحبت میں حضرت گیسو درازؒ کے والد ماجد برابر شریک رہتے۔ والد بزرگوار کے ساتھ حضرت گیسو درازؒ بھی ان کی خدمت میں تشریف لے جاتے۔ یہ بڑی شفقت سے پیش آتے۔ چنانچہ انھوں نے بچپن ہی میں ان کے لیے اچھے کلمات استعمال کیے[4]

طفلی آٹھ ہی سال کی عمر میں حضرت گیسو درازؒ سے دینی شغف کا اظہار ہونے لگا۔ وضو اور نماز میں خاص اہتمام کرتے۔ چھوٹے بچے ان کی خدمت میں جمع رہتے اور بہت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کے سامنے اٹھتے بیٹھتے اور وضو کے لیے پانی کا گھڑا بھر کر ان کے لیے رکھتے۔ حضرت گیسو درازؒ اس کم عمری میں بھی مشائخ کی طرح ان کو تبرک عنایت کرتے[5]

جب دس سال کے ہوئے تو ان کے والد ماجد کا انتقال ۷۳۱ھ میں دولت آباد میں ہو گیا اور یہیں سپرد خاک ہوئے۔ آج بھی ان کے مزار پر زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔

ابتدائی تعلیم ابتدائی تعلیم اپنے نانا سے پائی اور پھر دوسرے استاد سے مصباح اور قدوری پڑھی[6] نانا اور والد ماجد کی صحبت میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ

---

[1] سیر محمدی ص ۶ [2] جوامع الکلم ص ۳۸۔ [3] سیر محمدی ص ۹۔ [4] سیر محمدی ص ۹۔

[5] سیر محمدی ص ۹۔ [6] تحفۂ احمدی ص ۹۔۱۰۔

marfat.com

میں نے عرض کی جی ہاں۔ آپ کے صدقہ میں باقی رہتا ہے۔ فرمایا اچھا ہو جو اسی وضو سے دوگانہ اشراق بھی پڑھ لیا کرو۔ میں نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ آپ کے صدقہ میں پڑھوں گا۔ پھر فرمایا اسی کے ساتھ شکر النہار اور استخارہ بھی پڑھ لیا کرو۔ جب چند روز اس کی پابندی کر چکا تو ایک روز فرمایا دوگانہ اشراق پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کیا بلا ناغہ پڑھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا اگر اس میں چاشت کی بھی چار رکعت ملا دیا کرو تو نماز چاشت بھی ہو جایا کرے گی۔ میں نہیں کہتا کہ اور کسی وقت پڑھو بلکہ بعد اشراق اسی وقت چاشت پڑھ لیا کرو تو چاشت بھی ہو جایا کرے گی۔

میں ہمیشہ رجب میں روزے رکھا کرتا تھا۔ ایک بار پوچھا کیا تم رجب میں روزے رکھا کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر پوچھا شعبان میں بھی۔ میں نے کہا شعبان میں تو روزے رکھتا ہوں۔ فرمایا اگر اکیس دن اور رکھ لیا کرو تو پورے تین مہینے کے روزے ہو جایا کریں گے۔ میں نے گزارش کی کہ آپ کے صدقہ میں رکھوں گا۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا۔ وہ اس وقت تک حضرتِ شیخ سے بیعت نہیں ہوئی تھیں۔ مجھ پر برہم ہوئیں، کچھ سخت وسست بھی کہا۔ میں نے ان سے عرض کیا "آپ جو چاہیں کہیں لیکن شیخ نے جو کچھ فرمایا ہے اس پر عمل کرنے سے باز نہیں آؤں گا۔"

میں رمضان کے بعد شش عید کے چھ روزے بھی رکھا کرتا تھا۔ ان ہی ایام میں ایک دن قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ ارشاد فرمایا "ہمارے خواجگان صوم داؤدی نہیں رکھا کرتے بلکہ صوم دوام رکھتے تھے۔ تم بھی صوم دوام رکھا کرو"۔[1]

باطن کو آراستہ کرنے کے علاوہ علوم ظاہری کی تعلیم کا بھی سلسلہ جاری رکھا۔ کچھ کتابیں مولانا سید شرف الدین کیتھلی، کچھ مولانا تاج الدین بہادر اور کچھ مولانا قاضی عبد المقتدر سے پڑھیں۔

---

[1] جوامع الکلم ص ۳۹-۳۸۔

marfat.com

تعلیم دیتے اور جب مرشد کی مجلس منعقد ہوتی تو اس میں شریک ہوتے اور جب برخاست ہوتی اور مرشد حجرہ میں عبادت میں مشغول ہوتے تو خود بھی ایک گوشہ میں بیٹھ کر یادِ حق میں مصروف رہتے، پھر چاشت کی نماز پڑھ کر تھوڑی دیر قیلولہ کرتے، اس کے بعد کلام پاک کی تلاوت فرماتے۔ ظہر کا وقت آتا تو پہلے خود وضو کرتے پھر مرشد کو وضو کراتے۔ ظہر کی نماز کے بعد مرشد حجرہ میں تشریف لے جاتے تو خود بھی اپنے حجرہ میں آکر اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے، یہاں تک کہ سہ پہر کا وقت ہو جاتا۔ مرشد کی مجلس پھر منعقد ہوتی۔ اس مجلس میں وضو کر کے شرکت کرتے اور مرشد کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر مغرب تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے۔ مغرب کی نماز اور اوابین ادا کر کے عشاء تک طالبانِ سلوک کو تعلیم دیتے۔ پھر بقدر سدِ رمق کھانا تناول فرما کر سو جاتے اور نصف شب کو بیدار ہو کر پہلے خود وضو کرتے پھر مرشد کو وضو کراتے اور جب مرشد حجرہ میں داخل ہو کر حق کی یاد میں مشغول ہو جاتے تو خود بھی نمازِ تہجد ادا کر کے حجرہ کے باہر دروازہ سے پشت لگا کر ذکر و شغل میں مصروف ہو جاتے۔ اس وقت بھی پانی کا آفتابہ وغیرہ ساتھ رکھتے کہ جب مرشد صبح کی نماز کے لیے حجرہ سے باہر آئیں تو اس وقت وضو کے لیے سامان تیار ملے۔[1]

شفقتِ مرشد پہلے ذکر آ چکا ہے کہ ایک بار مرشد کی پالکی اور مریدوں کے ساتھ اٹھائی تو ان کے گیسو پالکی کے پایہ میں الجھ گئے لیکن تکلیف کے باوجود مرشد کے عشق و محبت میں خاموش رہے اور غایتِ تعظیم میں بال پالکی کے پایہ سے نکالنا پسند نہ کیا۔ جب مرشد کو اس کی خبر ہوئی تو مرید کی اس محبت و عقیدت سے بہت خوش ہوئے اور ایک شعر پڑھا جس میں ان کو گیسو درازؒ کے خطاب سے مخاطب فرمایا تھا۔

مرشد کو بھی اپنے مرید سے ہمیشہ بڑی محبت رہی۔ چنانچہ جب وہ اپنی وفات سے ایک سال پہلے باسور بادی کے مرض میں مبتلا ہوئے تو غایتِ تکلیف میں حضرت گیسو درازؒ ہی سے اپنی صحت کے لیے دعا کرائی اور ان ہی کی دعاؤں کی برکت سے شفا پائی۔[2]

marfat.com

ہوئے اور اپنا ہاتھ بیعت کے لیے بڑھا دیا۔ طالبانِ حق کو تلقین و ارشاد فرمانے لگے، جیسے

کہ حضرت بندگی شیخ نصیر الدین محمود رضی اللہ عنہ تلقین و ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

زمانۂ شیخوخت میں بہت سے علماء، صلحاء، سلاطین، خواتین اور قسم قسم کی مخلوق آپ کی خدمت

میں حاضر ہوا کرتی تھی۔[1]

علماء اور حضرت گیسو دراز دہلی کے علماء میں جب مولانا حسین گیسو دراز کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے تو مولانا حسین کی بہن کے ایک داماد نے حضرت گیسو دراز سے اپنی بد عقیدگی کا اظہار کیا اور مولانا حسین سے کہا کہ آپ سید محمد کے کیا دیکھ کر مرید ہوئے۔ انھوں نے جواب دیا تم نے سید محمد کو دیکھا ہی نہیں۔ اگر دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ وہ کیا چیز ہیں۔ دوسرے دن مولانا حسین بہن کے داماد کے ساتھ حضرت گیسو دراز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ایک تخت پر تشریف فرما تھے۔ سر پر عمامہ تھا اور ہاتھ میں سرخ چمڑے کا پنکھا لیے ہوئے تھے۔ مولانا حسین کے داماد کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ صاحبِ نعمت ہوں گے تو پنکھا اور عمامہ مجھ کو عنایت فرمائیں گے۔ حضرت گیسو دراز کو کشف ہو گیا کہ مولانا حسین کے داماد کے دل میں کیا خیال پیدا ہو رہا ہے۔ اسی وقت ان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ مولانا سنو! بغداد میں ایک بازیگر تھا۔ وہ مجمع میں ایک گدھے کو لا کر کھڑا کر دیتا اور اس کی دونوں آنکھیں کپڑے سے باندھ دیتا اور مجمع سے مخاطب ہو کر کہتا کہ تم میں سے کوئی کسی کی کوئی چیز چرا لے تو میں اس کو پکڑ لوں گا۔ اس تماشہ میں ایک شخص کسی کی کوئی چیز چرا لیتا اور وہ بازیگر گدھے کی آنکھ کھول کر اس سے کہتا کہ فلاں کی چیز کوئی چرا لے گیا ہے، تو اس کو پکڑ لا۔ گدھا سب کو سونگھتا پھرتا اور جب چور کے پاس پہنچتا تو چور کے کپڑے دانتوں سے پکڑ لیتا اور اس کو کھینچ کر بازیگر کے پاس لے آتا۔ اس قصہ کو بیان کر کے حضرت سید گیسو دراز نے فرمایا بڑی مشکل ہے۔ اگر کوئی اظہارِ کرامت کرے تو اس گدھے کے مانند ہے اور اگر اظہارِ کرامت نہ کرے تو لوگ اسے بے نعمت کہیں۔ یہ کہہ کر مولانا حسین کے داماد

---

[1] سیر محمدی ص ۲۶-۲۵

جمعہ کے روز عماد الملک پرانی دہلی کی اس مسجد میں علماء کے ساتھ گیا جہاں حضرت گیسو درازؒ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے تشریف لاتے تھے۔ لیکن عماد الملک علماء کے ساتھ مسجد میں اس وقت پہنچا جب حضرت گیسو دراز نماز پڑھ کر واپس جا چکے تھے۔ عماد الملک نے دہلی کے مشہور عالم مولانا سید علاء الدین کو حضرت گیسو درازؒ کی خانقاہ میں بھیجا کہ مسئلہ مذکور کے متعلق ردّ و قدح کر لیں۔ چنانچہ مولانا علاء الدین خانقاہ آئے اور حضرت گیسو درازؒ سے بحث شروع کی کہ بعض اشخاص کہتے ہیں کہ آپ نے معیّت سے معیّتِ ذاتی مراد لی ہے۔ حضرت گیسو درازؒ نے فرمایا ہاں یہی مراد ہے۔ علماء نے معیّتِ صفتی کہا ہے۔ صفت ذات سے علیحدہ نہیں ہے اور نہ جدا ہو سکتی ہے تو اللہ کی جو معیّت از روئے صفت ہوئی وہ از روئے ذات بھی ہوئی۔ اس کے علاوہ یہ معیّت صفتی اعتباری ہے حقیقی نہیں۔ پس اعتبار ذات میں ہو یا صفات میں، اس میں کیا ہرج ہے۔ مولانا علاء الدین کو اس جواب سے تشفی ہو گئی اور ان کے ساتھی بھی اس دلیل کو ردّ نہ کر سکے[1]۔

فیروز تغلق اور حضرت گیسو درازؒ کی مجلس سماع

سیر محمدی کے مؤلف کا بیان ہے کہ بعض لوگوں نے سلطان فیروز شاہ تغلق کو یہ بھی خبر پہنچائی کہ حضرت گیسو درازؒ کی مجلس سماع میں مریدین اپنا سر زمین پر رکھا کرتے ہیں اور بڑا شور مچاتے ہیں۔ سلطان نے یہ سن کر حضرت گیسو درازؒ کو یہ کہلا بھیجا کہ اپنی مجلسِ سماعت خلوت میں کیا کریں۔ اس کے بعد سے حضرت گیسو درازؒ اپنے حجرہ میں یہ مجلس منعقد کرنے لگے۔ بیچ میں ایک پردہ ڈال دیتے۔ پردہ کی دوسری طرف مریدین صف باندھ کر بیٹھتے اور جب حضرت گیسو درازؒ پر وجد طاری ہوتا تو خادم حجرے کا دروازہ بند کر دیتا[2]۔

سفرِ دکن

دہلی میں تقریباً چوالیس سال کے قیام کے بعد تیمور کے حملے کے زمانے یعنی ۸۰۱ھ میں گلبرگہ منتقل ہو گئے۔ دہلی سے گلبرگہ آتے ہوئے راستہ میں بہادر پور، گوالیار، بھاندیر، ایرچ، چندیری، کھنبایت، بڑودہ، سلطان پور، دولت آباد اور اَلَند میں قیام فرمایا۔ دورانِ سفر میں ہر جگہ لوگ جوق در جوق استقبال کے لیے آتے۔ بھاندیر، کھنبایت اور دولت آباد کے

---

[1] سیر محمدی ص ۶۳ - ۶۲ -　[2] سیر محمدی ص ۶۶ - ۶۱ -

marfat.com

جو سلاطین بہمنی کے متعلق مستند اور اہم معلومات فراہم کرتی ہے، ایسے صاف اور واضح بیانات ہیں جن سے فرشتہ کے بیان کی مطلق تصدیق نہیں ہوتی۔ ملاحظہ ہو:

"اسی سال حضرت سید محمد گیسو دراز مریدوں اور باکمال درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ دہلی سے دکن تشریف لائے اور گلبرگہ کو بھی اپنے قدوم مبارک سے سرفراز کیا۔ سلطان (فیروز شاہ) کو بھی اس کی خبر پہنچی۔ اس کو سادات عظام اور مشایخ عالی مقام کی صحبت سے بڑی رغبت تھی اور اہم معاملات میں اس گروہ کی رائے سے استفادہ کیا کرتا تھا۔ اسی اخلاص کی بنا پر وہ حضرت سید گیسو دراز کی تشریف آوری سے بہت خوش ہوا، اور فضلاء کی ایک جماعت کو ان کی خدمت میں بھیجا تاکہ ان کے حالات معلوم کر کے ان کی حقیقت سے اس کو مطلع کریں۔ وہ جماعت سلطان کی ہدایت کے مطابق ان کی خدمت میں گئی اور ان کو تمام علوم ظاہری و باطنی کشف و کرامات اور مقامات میں مرتبہ کمال پر پایا اور جو کچھ دیکھا سلطان کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ اس کی وجہ سے سلطان کی عقیدت میں اور بھی اضافہ ہوا اور اس کو ان کی صحبت کی بہت زیادہ خواہش پیدا ہوئی اور تعظیم و تکریم میں کوئی بات اٹھا نہیں رکھی۔ چند آباد گاؤں ان کے آستانے کے خدام کے لیے عنایت کیے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلی ہی ملاقات میں سلطان کو حضرت سید محمد گیسو دراز سے ایسے تعلقات پیدا ہو گئے کہ روز بروز بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ سلطان گردش زمانہ سے تخت سے معزول ہو گیا اور ان کی عدم توجہ سے جو کچھ اس کو دیکھنا پڑا، اس کا ذکر آگے آئے گا۔" (ملخصاً)

برہان مآثر کے مؤلف کا بیان ہے کہ حضرت سید گیسو دراز کو فیروز شاہ بہمنی سے "کلفت" ہوئی اور ان کی نظر توجہ اس کی طرف سے ہٹ گئی۔ چنانچہ جب وہ حصار پانگل کی تسخیر کے لیے گیا تو اس کو شکست ہوئی۔ عام لوگوں کا خیال تھا کہ سلطان کو یہ شکست محض اس لیے

لہ برہان مآثر مؤلفہ سید علی طباطبا، شائع کردہ مجلس مخطوطات فارسیہ حیدرآباد دکن ص ۴۴ - ۴۳۔

marfat.com

گیا اور حضرت سید محمد گیسو درازؒ کا مرید ہوا۔ حسن آباد گلبرگہ کی سرکار میں ان کے لیے چند گاؤں اور قصبے وقف کئے اور ان کے قیام کے لیے ایک عالی شان عمارت شہر کے متصل بنوائی۔ اس وقت بھی جب کہ حسن آباد گلبرگہ کی حکومت خاندانِ بہمنیہ سے عادل شاہی خاندان میں منتقل ہو گئی ہے، احمد شاہ کے وقف کردہ قصبات حضرت سید گیسو درازؒ کی اولاد کے تصرف میں ہیں [۱]۔

گو حضرت سید گیسو درازؒ کا وصال سلطان احمد شاہ بہمنی کی تخت نشینی کے پہلے ہی سال میں ہو گیا لیکن تخت نشین ہونے سے پہلے تقریباً اکیس بائیس برس تک وہ ان کی صحبت میں رہ چکا تھا۔ حضرت سید گیسو درازؒ کو شریعت کی پابندی کا بڑا خیال تھا۔ سیر محمدی کے مؤلف کا بیان ہے کہ اگر کبھی بمقتضائے بشریت آپ کے دل میں کسی نامشروع کام کے کرنے کا خطرہ پیدا ہوتا تو غیبی طاقت مانع ہو جاتی [۲]۔ احمد شاہ بہمنی کو بھی حضرت سید گیسو درازؒ کی صحبت میں شریعت کی پابندی کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ اپنی بادشاہت کے زمانہ میں شریعت کی ترویج پر بڑا زور دیا۔ برہان مآثر میں ہے:

"ہمگی ہمتِ والا نہمت بر ترویجِ شرع سید المرسلین و اعلاء اعلام اسلام گماشتہ در لوازم احکام شرعیہ و امر و نواہی دین مبین مصطفویہ مبالغہ و احتیاط بے نہایت فرمودی و برام امر معروف و نہی منکر بنوعی قیام و اقدام نمودی کہ در تمام ممالکِ دکن احدی ارتکاب منہیات بل تخیل آں نتوانستی نمود" [۳]

مقبولیت دکن کے خواص و عوام دونوں حضرت سید گیسو درازؒ کے فیوض و برکات کے سرچشمہ سے سیراب ہوتے رہے اور ان کو اس دیار میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ تاریخِ فرشتہ میں ہے:

"دکن کے باشندے حضرت سید گیسو درازؒ کے بہت زیادہ معتقد تھے۔ اس حد تک کہ

---

[۱] تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۳۲۰ - ۳۱۹۔ [۲] سیر محمدی ص ۳۸ - ۳۷۔ [۳] برہان مآثر ص ۷۳۔

marfat.com

اپنی زبان کی حفاظت کرو گے اور جادۂ شریعت پر قائم رہو گے۔ کیا تم نے یہ قبول کیا؟ مرید عرض کرتا جی ہاں میں نے قبول کیا۔ اس کے بعد ارشاد فرماتے " الحمد للہ " پھر دستِ مبارک میں قینچی لیتے اور تکبیر کہتے ہوئے داہنی طرف سے کان کے قریب تھوڑے سے بال کاٹ لیتے۔ اسی طرح بائیں طرف کے چند بال کاٹتے پھر تکبیر کہتے ہوئے اس کو ایک ٹوپی پہناتے۔ اس کے بعد مرید کو دو رکعت نماز پڑھنے کے لیے کہتے اور جب نماز پڑھنے کے لیے جاتا تو فرماتے اگر اس شخص نے صدقِ دل سے توبہ کی ہوگی تو اس کا نام توبہ کرنے والوں کی فہرست میں لکھا جائے گا اور قیامت کے روز توبہ کرنے والوں کے ساتھ اس کو جزا ملے گی۔ اور جب مرید دو رکعت نماز پڑھ کر آتا تو اس کو پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرنے کی تاکید فرماتے۔ جمعہ کو غسل اور جمعہ کی نماز کی پابندی کی بھی سختی سے تلقین کرتے۔ پھر مختلف اوقات کے لیے نمازیں اور اوراد و وظائف بتاتے۔ ہر مہینہ ایام بیض کے روزے رکھنے کے لیے بھی ہدایت کرتے۔ ان ہدایتوں کے دینے کے بعد فرماتے کہ جس طرح ایک سپاہی کے لیے کمان، تیغ و سپر وغیرہ ضروری ہے، اسی طرح ایک صوفی کے لیے ان باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے، ورنہ پھر اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے [1]

اگر کسی عورت کو مرید کرتے تو ایک بڑے پیالہ میں پانی لایا جاتا۔ اپنی شہادت کی انگلی پیالہ میں ڈال لیتے۔ عورت بھی انگشتِ شہادت پانی میں ڈالتی۔ اس کے بعد بیعت کرتے۔ وہ عورت پانی کے پیالے کو پی جاتی۔ پھر رومال یا دامن اس کے سر پر رکھ دیتے۔ اگر عورت پردہ والی ہوتی تو اس کے سامنے ایک چادر ڈال دی جاتی۔ پانی کا پیالہ درمیان میں رکھتے یا اس کے کسی محرم کو وکیل بناتے وہ بیعت کرا دیتا۔

لڑکے اور مریض کو مرید نہ کرتے۔

استفتاح اور عرفہ کے دن تمام مرید حاضر ہوتے۔ ان سے تجدیدِ بیعت کرتے اور پہلے بیعت سے زیادہ عبادت و ریاضت کرنے کے لیے حکم دیتے اور زندگی بسر کرنے کے طریقے بتاتے [2]۔

---

[1] جوامع الکلم ص ۲۷-۳۶۔ [2] سیر محمدی ص ۷۰۔

کر ذکر و مراقبہ سے بہت سی چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ بعض لوگ برسوں روزہ، نماز اور تلاوت میں گزار دیتے ہیں، لیکن پھر بھی ان کو کوئی راہ نہیں ملتی اور یہ اس لیے کہ وہ ذکر اور مراقبہ نہیں کرتے۔ تہجد ہی کے وقت اپنے مرشد کے خاص خاص اور اد و وظائف کی بھی مداومت کرتے تھے۔

جمعہ کے دن غسل فرماتے اور بلاناغہ جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد تشریف لے جاتے۔ مسجد میں پہنچ کر تین سلام کے ساتھ چھ رکعتیں نماز ادا کرتے اور پھر بیٹھ کر مراقبہ فرماتے۔ ہمیشہ پالچہ پر بیٹھا کرتے تھے۔ کسی کے لیے تعظیماً کھڑے نہ ہوتے لیکن بادشاہ یعنی سلطان فیروز بہمنی آتا تو کھڑے ہو جاتے اور اس کو مخاطب کرکے فرماتے تم اولی الامر ہو، اس لیے تمھارے واسطے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ جب بادشاہ آنا چاہتا تو ایک دن پہلے کہلا دیا کرتا۔ جواب جاتا کہ فلاں دن آؤ۔ اس کے آنے سے پہلے زیادہ کھانا پکانے کا حکم دیتے اور جب دسترخوان بچھا دیا جاتا، دسترخوان پر اور لوگ بھی شریک ہوتے۔ بادشاہ کھانا کھاتا اور کچھ تبرک بھی ساتھ لے جاتا۔ اس موقع پر دسترخوان پر ہر شخص کے سامنے چار روٹیاں رکھی جاتیں تھیں۔ ایک گہری رکابی میں سالن ہوتا۔ دو دو آدمی ساتھ کھاتے۔ ہر شخص کے سامنے آش کا بھی ایک ایک پیالہ ہوتا۔ کھانے کے درمیان پانی نہیں دیا جاتا۔ جب لوگ کھا کر فارغ ہو جاتے تو ہر شخص اپنا بچا ہوا حصہ اور آش کا پیالہ اٹھا کر ساتھ لے جاتا۔[1]

سماع خواجگان چشت کی طرح سماع سے غیر معمولی شغف رکھتے تھے۔ فرماتے:

"فتح کار من بیشتر در تلاوت و سماع بود۔"

راہِ سلوک کے ابتدائی زمانے میں ایک بار اپنے خاص خاص یارانِ طریقت کے ساتھ ایک مجلس کرائی جس میں ہر قسم کے مزامیر تھے۔ تین دن تک یہ مجلس جاری رہی۔ گو مکان کا دروازہ بند رہتا تھا لیکن اس کے اردگرد لوگ جمع رہتے تھے۔ مجلس کے بعد اپنے مرشد حضرت چراغ دہلیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا سید محمد اس طرح کا سماع نہ سنا کرو۔ حضرت سید گیسو درازؒ کا بیان ہے کہ

---

[1] سیر محمدی ص ۷۷ - ۶۴۔

(۸) شرح سوانح۔ (۹) رسالہ مسئلہ فارسی زبان۔ (۱۰) رسالہ علم صرف۔ اپنے والد بزرگوار کے ملفوظات کے دو مجموعے بھی مرتب کیے، جن میں جوامع الکلم زیادہ مقبول و مشہور ہوا۔ ۸۱۱ھ میں والد بزرگوار سے خلافت پائی لیکن سات مہینے کے بعد ہی رحلت فرما گئے۔ حضرت سید گیسو درازؒ نے محبوب فرزند کی میت کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا۔ ان کا مزار ایک علیحدہ گنبد میں گلبرگہ شریف میں ہے۔

حضرت سید گیسو درازؒ نے اپنے دوسرے صاحبزادے سید یوسف کو بھی خلافت دی تھی اور وہ اپنے والد کے جانشین ہو کر سجادۂ ارشاد پر متمکن ہوئے اور بعد وفات اپنے والد بزرگوار کے مزار شریف کے پائیں میں دفن ہوئے۔[1]

وصال | گلبرگہ شریف میں بائیسؔ سال تک رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب عمر شریف ایک سو چار سال کی ہوئی تو فیوض و برکات کا یہ سرچشمہ بند ہو گیا۔ وصال ۱۶ ذیقعدہ ۸۲۵ھ میں اشراق و چاشت کے درمیان ہوا۔ وفات کے موقع پر ان کے خلیفہ حضرت شیخ ابو الفتحؒ نے فرمایا:

"ایں مصیبتِ دین است"

"مخدوم دین و دنیا" سے تاریخِ وفات نکلتی ہے۔

ذکر آچکا ہے کہ سلطان فیروز بہمنی کے جانشین سلطان احمد شاہ بہمنی کو حضرت سید گیسو درازؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ اس نے گلبرگہ شریف میں ان کے مزار مبارک پر نہایت عالیشان گنبد تعمیر کرایا اور اس کو طلائی نقش و نگار سے آراستہ کیا۔ دیواروں پر طلائی حروف میں کلام پاک کی آیتیں بھی لکھوائیں۔[2]

رتبہ بلند | صوفیۂ کرام میں قطب الاقطاب عالم، قامع بیخ کفر و بدعت مقتدیٔ خلقت عالم

---

[1] حضرت سید گیسو درازؒ کی اولاد کی مزید تفصیلات کے لیے دیکھو سیر محمدی ص ۱۳۰-۱۱۹۔ [2] سیر محمدی دیباچہ۔

[2] مراۃ الاسرار قلمی نسخہ دار المصنفین ذکر حضرت گیسو دراز۔

marfat.com

مرآۃ الاسرار میں ہے:

" مقبول عالم و عالمیان گشت و عالمے از حسنِ معاملات وے فیض گرفتہ۔ وصیت کمالاتش از شرق تا غرب فرار رسید"

تصنیف پہلے ذکر آچکا ہے کہ جب حضرت سید گیسو درازؒ علم باطن کی طرف مائل ہوئے تو علوم ظاہری کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ لیکن ان کے مرشد حضرت چراغ دہلیؒ نے ان کو اس ارادے سے باز رکھا۔ مرشد کی جوہر شناس نگاہوں نے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ حضرت سید گیسو درازؒ اپنی تصنیف و تالیف کے ذریعے سے بھی منبع فیوض و برکات بن سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سید گیسو درازؒ نے عربی اور فارسی میں چھوٹی بڑی کتابیں بکثرت لکھیں۔ سیر محمدی کے مؤلف نے حسبِ ذیل تصانیف کے نام لکھے ہیں:

۱۔ ملتقط: یہ صوفیانہ رنگ میں کلام پاک کی تفسیر ہے۔

۲۔ تفسیر کلام پاک: یہ تفسیر کشاف کے طرز پر لکھنی شروع کی تھی لیکن صرف پانچ پاروں تک ہی تحریر فرما سکے۔

۳۔ حواشی کشاف: تفسیر کشاف پر حواشی ہیں۔

۴۔ شرح مشارق: حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار کی شرح ہے۔

۵۔ ترجمۂ مشارق: یہ مشارق الانوار کا فارسی ترجمہ ہے۔

۶۔ معارف: یہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی مشہور کتاب عوارف المعارف کی شرح ہے۔ عربی میں لکھی گئی۔

۷۔ ترجمۂ عوارف: یہ عوارف کی فارسی شرح ہے لیکن ترجمۂ عوارف کے نام سے مشہور ہے۔

۸۔ شرح تعرف: یہ شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری کی کتاب تعرف کی شرح ہے۔

۹۔ شرح آداب المریدین (عربی): یہ حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ کی مشہور تصنیف آداب المریدین کی عربی شرح ہے۔

۱۰۔ شرح آداب المریدین (فارسی) آداب المریدین کی ایک فارسی شرح بھی لکھی تھی جس

marfat.com

بزبان برمز و ایما و الفاظ و اشارات بیان کردہ۔[1]

اس کے بارہ میں مولوی سید عطا حسین لکھتے ہیں کہ اس کتاب کے متعلق بعض بزرگوں کا خیال بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کہ فن تصوّف و سلوک و معارف میں ہندوستان میں اس سے بہتر اور اعلیٰ تر کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ مبتدی، متوسط اور منتہیٰ سب کے لیے مفید ہے۔ اس میں ذکر ہے، شغل ہے، مراقبہ ہے، مراتب سلوک کا بیان ہے، عشق ہے، توحید ہے، حقائق ہیں، معارف ہیں، غرض سب ہی کچھ ہے۔[2]

۲۱۔ حدائق الانس: اس میں معرفت کے کچھ اسرار بیان کئے گئے ہیں۔

حسب ذیل کتابوں کے موضوع ان کے نام سے ظاہر ہیں:۔

(۲۲) ضرب الامثال (۲۳) شرح قصیدۂ امالی (۲۴) شرح عقیدہ حافظیہ۔ (۲۵) عقیدۂ چند ورق۔ (۲۶) رسالہ در بیان آدابِ سلوک۔ (۲۷) رسالہ در بیان اشارتِ محبان۔ (۲۸) رسالہ بیان ذکر۔ (۲۹) رسالہ بیان رٔایت ربی فی احسن صورۃ" (۳۰) رسالہ در بیان معرفت (۳۱) رسالہ در بیان بود و ہست و باشد۔

سیر محمدی کے مؤلف نے ان خلافت ناموں کو بھی تصانیف میں شمار کیا ہے جو حضرت سید گیسو درازؒ نے اپنے خلفاء کو لکھ کر دیئے تھے۔ ان تحریری خلافت ناموں کی تعداد چار ہے۔[3]

بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطات میں حضرت سید گیسو درازؒ کے کچھ رسائل کے یہ بھی نام ہیں: رسالہ در تصوف، شرح بیت امیر خسرو دہلوی، رسالہ اذکار خانوادۂ چشتیہ، وجود العاشقین۔[4]

بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطات میں حضرت سید گیسو درازؒ کی ایک تصنیف "خاتمہ" کا بھی ذکر ہے۔ یہ بظاہر تو شروع آداب المریدین کا تکملہ یا ضمیمہ ہے لیکن اب خود ایک مستقل

---

[1] اخبار الاخیار ص ۱۲۷۔ [2] اسمار الاسرار دیباچہ ص ۲۔ [3] سیر محمدی باب پنجم۔

[4] فہرست مخطوطات فارسی، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی ص ۸۵ - ۵۸۲۔ وجود العاشقین کا ذکر انڈیا آفس کے فارسی مخطوطات کی فہرست میں بھی ہے۔ دیکھو ص ۱۰۲۶۔

marfat.com

"کار ایں ملفوظ بجائے است از جہتِ تحقیق و تدقیق گویا کہ گفتار خود را خود می نویسم و ملفوظِ خود را خود جمع کنم" ۔[1]

اس میں ۱۸ رجب ۸۰۲ھ سے ۲۳ ربیع الثانی ۸۰۳ھ تک کے ملفوظات ہیں۔

حافظ مولوی سید عطا حسین نے خاتمہ کے دیباچہ (ص ۱۸) میں لکھا ہے کہ حضرت سید گیسو درازؒ کے مرید قاضی علم الدین بہروچی نے بھی گلبرگہ میں ۸۱۱ھ کے بعد ملفوظات کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔

دیوان | کبھی کبھی بے ساختہ غزلیں اور رباعیاں بھی کہہ دیتے تھے۔ ان کی غزلوں اور رباعیوں کو ان کے پوتے سید یداللہؒ عرف سید قبول اللہ نے ایک دیوان کی شکل میں مرتب کیا تھا۔[2]

تعلیمات | حضرت سید گیسو درازؒ کی تصنیف اسمار الاسرار اور ان کے ملفوظات جوامع الکلم میں تصوف کے بعض دقائق اور غوامض پر مبسوط اور مفصل عالمانہ بحثیں ہیں لیکن ان مباحث کا اجمالی ذکر خواجگانِ چشت اور دوسرے صوفیہ کرام کی تعلیمات کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ اس لیے ان کے اعادہ کے بجائے حضرت سید گیسو درازؒ کی تصنیف خاتمہ سے ان ضوابط و قوانین کو پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کو حضرت سید گیسو دراز کے نزدیک سالکوں کی زندگی کا لائحہ عمل ہونا چاہیئے۔ خاتمہ ایک سو پچانوے ۱۹۵ صفحوں پر مشتمل ہے اور اس کی ہر سطر لائق مطالعہ ہے۔ لیکن ان اوراق میں ان سب کو نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے صرف اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

وضو | سالکوں کو ہمیشہ باوضو رہنا چاہیئے۔ ہر فرض نماز کے لیے تازہ وضو کرنا بہتر ہے۔ وضو کے بعد تحیۃ الوضو ادا کریں۔ بے وضو نہ سوئیں۔ اگر رات کے وقت بیدار ہو جائیں تو وضو کر لیں اور دوگانہ ادا کریں۔ وضو کرنے میں کسی سے بات چیت نہ کریں اور اس کا خیال رکھیں کہ ان کا ہر عضو

---

[1] جوامع الکلم ص ۶۔ [2] حضرت سید گیسو درازؒ نے اپنی تعلیمات کو عام لوگوں کے سمجھانے کے لیے بعض رسالے دکھنی اردو میں بھی تصنیف کئے۔ ان میں سے ایک رسالہ معراج العاشقین کو بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو نے ۱۳۴۳ھ میں اورنگ آباد سے شائع کیا تھا۔

marfat.com

دیر آرام کرلیں۔ پھر عشار کی نماز پڑھیں۔ بعض صوفیہ کے نزدیک عشار کی نماز کے لیے آدھی رات مستحب وقت ہے۔ آرام کے بعد عشار کی نماز پڑھنے میں نشاط پیدا ہوتا ہے اور بقیہ تمام رات نفل پڑھنے، ذکر اور فکر کرنے میں ذوق حاصل ہوتا ہے[۱]

معمولات شب رات کو تین حصوں میں تقسیم کریں۔ پہلے حصہ میں اوراد و وظائف میں مشغول رہیں۔ دوسرے حصہ میں سوئیں۔ تیسرے حصہ میں ذکر اور مراقبہ کریں[۲]

بعض صوفیہ مغرب کے وقت صرف پانی سے روزہ کھول لیتے ہیں۔ پھر عشار تک نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔ عشار کے بعد کچھ کھاتے ہیں پھر سو رہتے ہیں[۳]

سالکوں کی نیند بھی ایک خاص قسم کی ہوتی ہے۔ وہ سوئیں تو اپنے وجود سے باخبر رہیں اور سوتے وقت یہ سوچیں کہ نیند اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے، اور اللہ ہی کی جانب سے ہے۔ جو نیند اللہ کو بھلا دے وہ قابلِ مذمت ہے۔ بعض صوفیہ کو نیند میں ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن سے وہ بیداری میں مطلع نہیں ہوتے[۴]

کم سونے کے لیے کھانے اور پینے میں تقلیل ضروری ہے[۵]

رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر تہجد پڑھیں۔ تہجد کے بعد اوراد و وظائف اور تلاوت کلام پاک، ذکر اور مراقبہ میں مشغول رہیں۔ لیکن ان میں مراقبہ عزیز ترین مشغلہ ہے[۶]

اگر کوئی سالک شہرت کی خاطر عبادت و ریاضت کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اور اگر شہرت کے ڈر سے عبادت و ریاضت کو ترک کرتا ہے تو وہ ریاکار اور منافق ہے[۷]

اگر ایک سالک کمالات کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے تو بھی اپنے اوراد و وظائف کے معمولات کو ترک نہ کرے[۸]

روزے روزہ ارکان تصوف میں ہے۔ اس لیے صوفی کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ روزے

---

[۱] خاتمہ ص ۸۔ [۲] خاتمہ ص ۵۔ [۳] خاتمہ ص ۸۔ [۴] خاتمہ ص ۱۰-۱۴۔ [۵] خاتمہ ص ۱۲۔ [۶] خاتمہ ص ۹-۸۔
[۷] خاتمہ ص ۸۔ [۸] خاتمہ ص ۱۹۔

marfat.com

اٹھائے رکھیں۔ یہ مسنون طریقہ ہے۔ کھانا شروع ہو تو پہلے خود لقمہ نہ اٹھائیں۔ بڑے لقمے سے پرہیز کریں۔ لقمے کو تین انگلیوں سے اٹھائیں اور جب تک دوسرے لوگ بھی کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں اپنے ہاتھ اور منہ کو حرکت دیتے رہیں۔ ہاتھ کی انگلیوں اور منہ کو کھانے کی چیزوں سے آلودہ نہ کریں۔ پہلے روٹی اور گوشت کھائیں۔ اس کے ساتھ ترشی ملا لیں۔ پھر میٹھی چیز کھائیں۔ آش ہو تو شروع یا آخر میں پئیں۔ روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دسترخوان پر نہ چھوڑیں یا تو پوری کھائیں یا آدھی۔ زیادہ سیر ہو کر کھانے کی بجائے کچھ بھوک باقی رہے تو کھانا چھوڑ دیں۔ دعوت کے کھانے کی نہ زیادہ تعریف کریں اور نہ برائی بیان کریں۔ کھانے کے بعد مسلسل پانی نہ پئیں۔ لوگوں کے سامنے کھانے کے درمیان یا کھانے کے بعد ڈکار نہ لیں۔ مجلس میں خلال نہ کریں [۱]

میزبانوں کو اپنے مہمانوں کے سامنے زود ہضم کھانے پیش کرنے چاہئیں لیکن مہمانوں کے سامنے جیسا بھی کھانا آئے اس کو دیکھ کر خوش ہوں۔ اگر میزبان صاحبِ احتیاج ہو تو مہمان اس کی خدمت میں کچھ زرِ نقد پیش کریں [۲]

آدابِ سماع | مجلسِ سماع کے لیے ایک علیحدہ مکان ہو۔ اربابِ دنیا، امراء کے لڑکے اور بچے اور عورتیں اس میں شریک نہ ہوں۔ اس میں سالکوں اور مریدوں کو غسل کر کے طاہر اور باوضو ہو کر اور سفید کپڑے پہن کر شریک ہونا چاہیے۔ وقار کے ساتھ بیٹھیں اور مراقبہ میں رہیں۔ گانے والوں پر نظر نہ رکھیں اور نہ ان کی موسیقی پر دھیان دیں۔ اشعار کی ترکیب کو بھی خیال میں نہ لائیں، نہ ہر لحظہ واہ واہ کریں اور نہ آہ آہ۔ گریہ طاری ہو تو ضبط کریں۔ زبان سے کچھ کہنا چاہیں تو اس سے پرہیز کریں۔ اضطراب میں پیاس معلوم ہو تو پانی نہ پئیں۔ حتی الوسع اپنے اعضا میں جنبش پیدا نہ ہونے دیں۔

مزامیر کے متعلق فرمایا کہ فقہا کے نزدیک یہ حرام ہیں۔ اس لیے ان سے سختی کے ساتھ احتراز کرنا چاہیے [۳]

---

[۱] خاتمہ ص ۵۱-۴۸۔ [۲] خاتمہ ص ۵۲۔ [۳] خاتمہ ص ۳۲۔

marfat.com

مرید اسی طرح دور رہے جس طرح کہ ایک زاہد شیطان سے دور رہتا ہے۔

اگر پیر کی طرف سے کوئی لباس یا کپڑا ملے تو اس کو بڑے احترام سے رکھے۔ پیر کے بیٹھنے کی جگہ کا بھی پورا احترام کرے۔

پیر کی زندگی میں کوئی مرید کسی دوسرے پیر کی تلاش نہ کرے۔ اگر پیر مرید کو نامشروع کاموں کی دعوت دیتا ہو تو مرید ایسے پیر کو چھوڑ دے لیکن اس طرح کہ پیر کو معلوم نہ ہو کہ اس نے بداعتقادی کی وجہ سے علیحدگی اختیار کی ہے۔[1]

احترامِ شریعت | ایک مرید حقیقت و طریقت کو شریعت کی ضد نہ سمجھے بلکہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کا خلاصہ تصور کرے۔ جس طرح اخروٹ کا مغز اخروٹ کے چھلکے سے بظاہر مختلف معلوم ہوتا ہے، پھر بھی مغز کا جز چھلکے میں اس طرح ملا ہوتا ہے کہ اس سے بھی تیل نکلا جاتا ہے۔ اسی طرح حقیقت، طریقت اور شریعت تینوں ایک ہی ہیں۔[2]

تزکیۂ اخلاق | جب تک ایک شخص تمام دنیاوی چیزوں سے فارغ نہ ہو جائے راہِ سلوک میں گامزن نہ ہو۔[3]

جب وہ کسی کامرید ہو کر خلوت میں بیٹھے تو اپنے اور دوسروں کے تمام حقوق ادا کرے۔ اس کے پاس عورتیں اور بیویاں اور کنیزیں زیادہ نہ ہوں۔ اس میں مطلق ریا اور غصہ نہ ہو۔ دنیاداروں کی مجلسوں اور محفلوں سے دور رہے۔ وراثت میں جو مال اور دولت ملنے والی ہو اس سے بھی باز آئے۔ اگر کوئی اس کا مال بھی لے لے تو اس کے لیے شور و غوغا نہ کرے۔[4]

وہ کسی دوسرے کے خیر و شر سے واسطہ نہ رکھے۔[5]

اس کے دل میں جتنی ہوس ہو اس کو دور کر دے۔ اگر دور نہ ہو تو مجاہدہ و ریاضت کرتا رہے۔[6]

---

[1] خاتمہ ص ۸۶-۵۶۔ اسی طرح پیر اور مرید کے تعلقات کے سلسلہ میں اور بھی ہدایات ہیں جن کو ہم اختصار کی خاطر لکھنے سے قاصر ہو رہے ہیں۔ [2] خاتمہ ص ۸۴۔ [3] خاتمہ ص ۹۶۔ [4] خاتمہ ص ۱۱۰۔ [5] خاتمہ ص ۱۰۳۔

marfat.com

کی بھی کوشش نہ کرے کیونکہ یہ کام عارفوں کا ہے[1]

زیادہ تر خاموش رہے[2]

شرکتِ جہاد ضرورت کے وقت ایک سالک جہاد میں بھی شرکت کر سکتا ہے لیکن اس نیت سے شریک نہ ہو کہ اس کو درجۂ شہادت ملے گا اور زندہ رہ گیا تو ثواب ملے گا۔ یہ نیت مستحسن ضرور ہے لیکن ایک سالک کی نیت اس سے ماورا ہونی چاہیئے۔ وہ جہاد میں صرف خداوند تعالیٰ کی خاطر شریک ہو۔ وہ جہاد میں اپنی تلوار کو سیف اللہ، اپنے سہم کو سہم اللہ اور اپنے سنان کو سنان اللہ سمجھے[3]۔

شاہی ملازموں کا اخلاق اگر کوئی سالک بادشاہ کا ملازم ہے اور اس کو کوئی نامشروع کام کرنے کو کہا جائے تو ایسی ملازمت اس کے لیے حرام ہے۔ سالک اگر ملازمت میں رہے تو رعایا کے ساتھ معاملات میں اسی طرح پیش آئے جیسے ماں باپ کے ساتھ پیش آتا ہو۔ رات کو ذکر و فکر میں مشغول رہے لیکن دن کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا کوئی کام نہ چھوڑے۔ اپنی ملازمت کو اس لیے برقرار رکھے کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں خصوصاً کمزوروں اور عاجزوں کو نجات دلا سکے گا۔ مال و دولت کی ہوس نہ کرے۔ نامشروع کپڑے مثلاً ریشمی قبا، ریشمی موبند اور کلاہ زر نہ پہنے۔ اگر بادشاہ نامشروع کپڑے عطا کرے تو اس کے سامنے پہن لے پھر باہر آکر اتار دے۔ اگر تیسرے روز بادشاہ کے سامنے ایسے کپڑے پہن کر جانے کی رسم ہو تو پہن لے لیکن فقہا کے نزدیک یہ بھی مجروح ہے[4]۔

بادشاہ کا اخلاق اگر کوئی بادشاہ راہِ سلوک میں گامزن ہو تو وہ سلطان ابراہیم ادہمؒ، معاویہ ثانیؓ اور عبداللہ (ابن زبیرؓ) بن سکتا ہے لیکن اگر وہ بادشاہی کے لیے موزوں ہو تو پھر اسی فرض کو انجام دے۔ سلوک کی طرف مائل نہ ہو۔ اور حکومت میں ایسے متدین اور صالح لوگوں کو عہدہ دار مقرر کرے جو شرعی احکام کو نافذ کرا سکیں اور اس کو باخبر رکھیں کہ احکام شرعی پر عمل ہو رہا ہے اگر اس کی حکومت میں کوئی مسلمان زکوٰۃ نہ دیتا ہو تو سختی سے وصول کرے اگر زکوٰۃ دینے میں حیلہ کرتا ہو تو چند تازیانے بھی لگائے۔ وہ اس پر نظر رکھے کہ اس کی سلطنت میں کوئی شراب یا دوسری

---

[1] خاتمہ ص ۱۴۹، ۱۴۰۔ [2] خاتمہ ص ۱۵۱۔ [3] خاتمہ ص ۱۸۰-۱۸۱۔ [4] خاتمہ ص ۱۸۵۔

marfat.com

(ہیر پھیر) کے بغیر حقیقتاً وہ اسی کی تعریف ہے کیونکہ اس کے سوائے کسی کا وجود ہی نہیں۔ کوئی موجود ہی نہیں' کسی کی نمود ہی نہیں' کوئی نمود ہی نہیں۔ سب کچھ اسی کا وجود اور اسی کی نمود ہے۔ وہی وہ ہے اور اسی کے لئے ہے۔

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ : اپنے آپ کو تمثلات و تعینات کے لباس میں ظاہر کرنے والا عالم اعیان (باطنی) عالم اجسام (ظاہری) کا محبوب (محبت کیا گیا' پیارا' معشوق) اور مُحِب (محبت کرنے والا' پیار کرنے والا' عاشق) کا اشارہ و کنایہ' اسی کی طرف سے ثابت ہو جاتا ہے کہ جو کچھ ہے' جو بھی ہے' وہ' وہی وہ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ (جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور کو پروردگار ٹھہرا کر بلاتا ہے) لَا بُرْہَانَ لَہٗ (اس کے پاس اس کی کوئی دلیل و سند نہیں) یہ جو فرمایا گیا یہ خود ایک کافی شہادت' کھلی گواہی ہے۔ سچ ہے اللہ کے سوا کسی کی خدائی کا اقرار جھوٹ' من گھڑت بات ہے۔ الوان مختلفہ (قسم قسم کے' ایک سے ایک جدا رنگ) اشکال متضادہ (طرح طرح کی' مختلف' ایک دوسرے سے جدا شکل و صورت) کے باوجود خدائے تعالیٰ احد ہے۔ (ایک ہے اور ایسا ایک ہے جو گنتی کا ایک نہیں' ایسے ایک کا دو نہیں) چنانچہ فرمان ہوتا ہے کہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے) سب کو یہ بھی بتلا دیجئے کہ وہ وحدہ لاشریک لہ۔ (ایک ہے کوئی اس کا شریک اور ساجھی نہیں) ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں سچ ہے ہمارا ایمان ہے' وہ خود بھی فرماتا ہے کہ اِنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (تمہارا پروردگار ایک ہے) یاد رہے کہ وہ ایسا یکتا ہے ایک ہے کہ جس کا دو نہیں یعنی ایک ہی ایک ہے دوسرے کا وجود ہی نہیں' وہ اپنے آپ میں اپنے ساتھ آپ ہی مشغول ہے اپنے ساتھ آپ ہی عشق کرتا ہے۔ کسی اور سے مشغول نہیں وہی ہے وہی اپنے بارے میں فرماتا ہے کہ ھو الاول ھو الاخر ھو الظاھر ھو الباطن وہی اگلا' وہی پچھلا' وہی کھلا' وہی چھپا (پہلے کا پہلا' پچھلے کا پچھلا۔ کھلے کا کھلا۔ چھپے کا چھپا) ہے۔ وھو بکل شئی علیم (وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے) کسی نے خوب کہا اور سچ کہا۔

marfat.com

سالک کے دل کے کنارے سے ظاہر ہوا کرتا تھا وہ اس دوسری تجلی مرتبہ و مقام میں پیش نہیں آتا۔ اس مرتبہ میں آفتاب شہود کے لئے طلوع و غروب نہیں وہ ہمیشہ اپنی جلوہ نمائی میں ہوتا ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ : روز جزا یعنی بدلہ کے دن کا مالک، یعنی خداوند، آقا، متصرف اور صاحب وہی ہے۔ جزا سے سالک کی فنا کا وقت اور اس کی بے خودی مراد ہے جو عالم کثرت سے ہو جاتی ہے۔ یعنی جب سالک کو پہلی فنا سے فانی یعنی پہلی بار جب ''کچھ نہیں'' کر دیا جاتا ہے تو یوم تبدل الارض غیر الارض (اس دن یعنی اس تجلی میں زمین اور ہی زمین سے بدل جائے گی) کی اقتضا اور بلحاظ اشرقت الارض بنور ربها (چمک گئی روشن ہو گئی زمین اپنے پروردگار کے نور سے) سالک کے وجود کونی (دنیاوی جسم) کو اپنی جلوہ گاہ بنا کر اس کی ہستی یعنی اِنیّت کو بَرَزَ اللہ یعنی اللہ ظاہر ہوا (باہر آیا، برآمد ہوا) کی تلوار سے کاٹ کر پھینک دیتا ہے۔ بَرِ اوقاتِ عزت (بزرگی و حرمت کے پردوں) کے پیچھے سے لِمَنِ المُلكُ اليَومَ (آج کا دن کس کے لئے، آج کس کی حکومت، آج کس کی تجلی ہے) کی ندا دی جاتی ہے۔ جس سے سالک الا كلّ شئی ما خلا الله باطلا (اللہ کے سوائے جو کچھ ہے جو کہا کرتے ہیں وہ باطل یعنی سراسر جھوٹ ہے) کی شراب سے مست ہو کر جاء الحق و زهق الباطل (حق آ گیا۔ باطل چل دیا) میں آ جاتا ہے تو حق ہی حق رہ جاتا ہے باطل روانہ ہو جاتا ہے۔ اس حال میں لباس حق پہن کر زبان حال سے لِلّٰه الواحد القهار (اللہ ہی کے لئے جو یکتا و یگانہ ضابط اور صاحب غلبہ و زور ہے) کہنے لگ جاتا ہے اور جزا کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہی وہ ہے جو متصرف باطن ہے۔ بعض اوقات فنا فی اللہ میں بقا باللہ عطا فرماتا ہے جس کی بناء پر سالک اللہ تعالیٰ کی بقا سے باقی رہتا ہے۔ لِی مَعَ اللّٰہِ وَقتٌ (اللہ کے ساتھ میرا ایک وقت ہے) کی عبارت کا منشاء بھی یہی ہے۔ کبھی وہ تنزل میں لا کر فنائے دوام (ہمیشہ کی نفی، کچھ نہ ہونے) کے شہود کی عطا سے سالک کو مستغنی (لا پرواہ) بنا دیتا ہے۔

marfat.com

پروردگار میری حیرانی اور زیادہ کر) کہنے لگ جاتا ہے۔ جب کوئی سالک بقا باللہ کی خلعت میں معشوق کا لباس پہن لیتا ہے تو غیر بینی یعنی غیر کا دیکھنا اس کی نظروں سے نکل جاتا ہے غیبت (دوری) حضوری (نزدیکی) سے بدل جاتی ہے غیبیت (آنکھ سے اوجھل ہونے) کی پستی (ذلت کوتاہ بینی) سے نکل کر حلقہ گفتگو کے دائرہ میں آجاتے ہی اس کی مخاطبت میں بے اختیار اِیَّاکَ نَعْبُدُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کہنے لگ جاتا اور عبادت ہی میں رہتا ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ : ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یعنی جو کچھ خدمت' بندگی عبادت ہم سے وجود میں آتی ہے' ظاہر ہوتی ہے۔ وہ بظاہر اگرچہ ہماری طرف منسوب ہوتی ہے۔ ہماری کہی جاتی ہے فی الحقیقت وہ تیری ہی ہے تیرے ہی لئے ہے تجھ ہی سے منسوب ہے۔ تیرے غیر کا وجود ہی نہیں تو ہی تو ہے چنانچہ شیخ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کسی کو بھی تو دوست رکھے' اپنا دوست بنائے' دوست جانے' سمجھ کہ تو نے اسی کو دوست رکھا' اسی کو دوست بنایا۔ جس طرف بھی تیری توجہ ہو جاتی ہے یا تو متوجہ ہوتا ہے سمجھ کہ اسی کی طرف تیری توجہ ہے اور اسی کی طرف تو متوجہ ہے۔ اگرچہ تو یہ نہ جانے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب کے ساتھ جو دوستی ہوتی ہے یا کی جاتی ہے۔ سب پر جو توجہ ہوتی ہے یا کی جاتی ہے وہ حقیقتاً اسی کے ساتھ اسی کے طرف ہوتی ہے۔

میل جملہ خلق عالم تا ابد گر شناسندت وگرنہ سوئے تست

(ساری مخلوق کی توجہ ابد تک) (چاہے تجھ کو پہچانیں یا نہ پہچانیں تیری ہی طرف ہے)

جز ترا چوں دوست نتواں داشتن دوستی دیگراں بر بوئے تست

(جب تیرے سوائے کسی کو دوست نہیں رکھا جا سکتا تو) (دوسروں کے ساتھ جو دوستی کی جاتی ہے وہ تیری خوشبو سے ہے)

وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ : اثبات یگانگی میں ہم خاص طور سے تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اثبات یگانگی یعنی دوستی و یکتائی کے ثابت و محقق ہونے سے' ثبوت و تحقیق پا جانے سے ذرا بھی شائبہ شرک جلی و خفی کا نہ ہونے سے ہم خصوصیت کے ساتھ تجھ ہی سے اعانت (یاری) کے طالب ہیں' مدد مانگتے ہیں۔ شرک جلی یہ ہے کہ غیر کا نام زبان

marfat.com

تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔ تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں) ہوش میں آؤ سمجھ جاؤ کہ جہان یعنی یہ ساری کائنات یعنی اس دنیا میں جو کچھ ہے وہ غیر نما ہے دنیا غیر کے جیسی دکھلائی دیتی تو ہے لیکن وہ غیر نہیں۔ وہی وہ ہے اس کے سوائے کوئی اور نہیں۔

رہنمایم باش دیوانم بشوے　　وز دو عالم تختۂ جانم بشوے

(میرا راستہ بتلانے والا ہو جا میری عقل کو دھو ڈال　　میری جان سے دونوں عالم کا نقش دھو ڈال)

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ : ہمیں سیدھی راہ دکھلا۔ سیدھی راہ کی رہبری کر۔ سیدھی راہ پر سیدھی طرح سے چلا۔ ہیر پھیر میں نہ ڈال۔ سیدھی راہ کون سی ہوسکتی ہے۔ وہ یہی کہ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (میرا پروردگار ہی سیدھی راہ پر ہے) خوب سمجھ جاؤ کہ یہ سارے مظاہر (جائے ظہور) ہیں چاہے وہ جالی ہوں یا جمالی۔ سب اسی کے مظہر (ظاہر ہونے کی جگہ) ہیں سب مظاہر میں وہی ظاہر اور ظہور کیا ہوا ہے۔ ہادی و مضل (راستہ بتلانے والا۔ ہدایت کرنے والا۔ راستے سے بھٹکانے والا۔ گمراہ کرنے والا) وہی ہے البتہ ان ناموں میں اسی کی فعالیت سے وہ فاعل ہے۔ متصرف حقیقی وہی ہونے سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ فاعل حقیقی ایک ہے۔ ایک کے سوائے کوئی اور نہ ہونے سے لامحالہ یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ فعل میں بھی اس کے سوائے کوئی اور نہیں چنانچہ فرمان ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْلَمُوْنَ (اللہ نے پیدا کیا تم کو اور جو کچھ کہ تم کرتے ہو یعنی تمہارے افعال کو تم کو) وہ اسی راز کو کھولتا ہے۔

ہیچ جا نیست کہ عکس رخ او پیدا نیست　　جرم آئینہ بود گر نبود عکس پذیر

(کوئی جگہ ایسی نہیں کہ جہاں اس کے چہرہ کا سایہ ظاہر نہ ہو　　آئینہ کا قصور ہے اگر وہ عکس نہ لے یعنی اپنے میں نہ دکھائے)

استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ واتوب الیہ (اللہ کی پناہ میں آتا ہوں اللہ کی مغفرت میں آتا ہوں اور اللہ ہی کی طرف لوٹتا ہوں)

اٰمنت باللہ (ایمان لایا میں اللہ پر) ایسی ذات اور مطلق حقیقی پر ایمان لایا کہ وہ لوث کثرت (بہت ہونے کے داغ دھبہ) سے منزہ (پاک ومبرا) ہے یعنی زیادہ تعداد میں ہونے کے میل کچیل سے پاک صاف بے داغ دھبہ ہے۔ مطلب یہ کہ

marfat.com

تھیں۔اس شہود کے نصیب ہو جانے کے بعد حق تعالیٰ سب چیزوں کا حجاب بن گیا ہے ہائے رے ہائے۔ کیا کر سکتے ہیں کیا کیا جا سکتا ہے۔ کرنا ہی پڑتا ہے اور کرتے ہی رہتے ہیں۔ شریعت کی رعایت' مراتب کی حفاظت اولیائے محفوظ کا طرۂ امتیاز اور طغرائے خاص ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ : ان کا راستہ جنہیں تو نے اپنے انعام اور اپنی نعمت دیدار سے مشرف و سرفراز اور مشاہدہ سے بانصیب فرمایا۔ ہمیں ان میں شامل کر کہ جنہوں نے دیدار کی نعمت مشاہدہ و مکاشفہ کی دولت نصیب ہونے کے باوجود شریعت کی پاسداری و رعایت' مراتب کی نگہبانی و حفاظت کی۔ جنہیں تو نے طریقت باطن کی فضیلت' ارادت علمی کی بزرگی کے سارے احوال عطا کر کے وجہ کمال (انتہائی خوبی) کے ساتھ فرائض کی ادائیگی احکام کی بجا آوری کی قوت عطا فرمائی۔ وہ ہمیں بھی عطا فرما۔ وہ ایسے تھے کہ جن کے دلوں پر مشاہدات کے فیضان۔ انتہائی عنایت کی گھٹائیں پے در پے پہنچتے رہنے کے باوجود امتثالاً لِاَوَامِرِ اللهِ وَاجْتَنِبَاً لِنَوَاهِي یعنی قبول حکم و تعمیل حکم میں تھے۔ بلحاظ حکم کام کرتے تھے۔ کام کرنے کا حکم کرتے تھے' اس کام میں رہتے تھے' منع کئے ہوئے سے اپنے آپ کو بچائے رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی بچاتے تھے۔ بچنے کا حکم کرتے تھے۔ سارے احکام شریعت' فرائض' واجبات' آداب و سنن کو اچھی طرح سے ادا کیا کرتے تھے۔ کبھی مغلوب الحال نہ ہوتے تھے۔ حال کے دباؤ میں نہ آتے تھے۔

تُكَلِّمُ النَّاسِ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ (بات کرو لوگوں سے ان کی سمجھ کے لحاظ سے) کے فرمان کے مطابق ہمیشہ نصیحت و فہمائش کیا کرتے تھے۔

یہ یاد رہے کہ جو بزرگ ہستیاں بلند مرتبہ کی ہوتی ہیں وہ اسی طرح بجا آوری کیا کرتی ہیں۔ جنہیں اصحا (بہترین) کہتے ہیں۔ یہ وہ کمال ہے جس کو "مرتبہ تمکین" "رتبہ تابع نبوت" کہا جاتا ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ : ان لوگوں کے راستے پر ہمیں نہ چلا جو ہمیشہ جلالی تجلی میں رکھ چھوڑے گئے ہیں اور رہا کرتے ہیں۔ یہ تجلی عقل کو زائل کر دیتی ہے'

marfat.com

تعریف طراء کے ساتھ' مبالغہ کے ساتھ اور مدح وثناء (توسیف وخوبی) درود وسلام' زبا ونما کے ساتھ بہت ہی بلند فائدہ مند (فوائد عطا فرمانے والے) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کہ آپ مخصوص ہیں' برگزیدگی' نزدیکی اور تقرب خاص سے کہ آپ کی شان میں پروردگار تعالیٰ وتبارک فرماتا ہے کہ قاب قوسین الخ "مل گئیں دونوں کمانیں بلکہ قریب تر سے بھی قریب ہوگئیں۔" آپ پر آپ کی آل پر جو صاحبان زہد وتقویٰ ہیں اور آپ کے اصحاب پر کہ دور کرنے والے ضلالت (گمراہی) کے اور روشن ستارے ہیں ہدایت (صحیح راستہ پانے) کے۔ آپ کی عترت پر جن کو اللہ تعالیٰ نے پوری طرح سے پاک کیا' پاکی کے ساتھ پاک ومطہر ہیں۔

لما بعد (مدح وثنا کے بعد) کہنا یہ ہے کہ اس زمانے میں جب کہ ہجرت سے سات سو بیانوے (۷۹۲ ہجری) سال گزر چکے ہیں۔ سمجھو کہ آٹھ سو ۸۰۰ کے قریب پہنچ گئے ہیں آفات (دکھ۔ مصیبت) بلیات (بلائیں) فتن (فتنے۔ آزمائشیں) مصائب (تکالیف) گناہ (بدکاریاں) ملکوں شہروں میں ہر طرف سے اُمڈ آئے ہیں۔ چھوٹے بڑے' لکھے پڑھے' ان پڑھ' عالم جاہل سب کو جھوٹ سے مالا مال (بھرپور) پاؤ گے۔ جنہیں کچھ بھی نہیں آتا' انہوں نے بھی اہل تحقیق کی طرح زبان کھول رکھی ہے۔ ثابت و استوار قدم گمراہی میں ڈالے ہوئے ہیں یعنی گمراہی کو ہدایت سمجھے ہوئے ہیں اور اسی پر ایقان بھی رکھتے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور زماننا نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سئیات اعمالنا (پناہ مانگتا ہوں اللہ کی اپنے زمانے کی برائیوں سے اور اس زمانے والوں سے پناہ مانگتا ہوں اللہ کی اپنے نفوس کی برائیوں اور عمل کی خرابیوں سے) جتنا دیکھتے جائیں اور زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ اس زمانے میں بہت کم آدمی ایسے ہیں جو گھاٹے میں نہ ہوں۔ دشمن کے شکار نہ ہوگئے ہوں۔ شاید ہی کوئی ایسا دل ہو جو دنیا میں مبتلا نہ ہو۔ اس لئے سلوک میں گفتگو کرتے ہوئے اس کے بارے میں کچھ کہنے سے شرم آتی ہے۔ حیا روکتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ کس طالب نے شریعت کی داد دی (جیسا کہ بجا لانا ہے' کہاں بجا لایا) کہ تم زاہدوں عابدوں کے رمز (راز) محبت و

marfat.com

سالک ایسے دینداروں کی اقتداء (پیروی) کریں جن کی شان میں' جن کے بارے میں المرد علیٰ دین خلیلہ (مرد اپنے دوست کے راستے پر ہوتا ہے) کہا گیا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ساتھیوں کو سیدھے راستہ پر لے جانے منزل تک پہنچنے کا راستہ بتلانے کے لئے شرائط موافقت (برابری و یکسانیت کی شرطیں) و مصادقت (دلی دوستی) کا جاننا ضروری ہے۔ دین کی حمیت اور اس کا اقتضا بھی یہی ہے کہ حق چھپا نہ رہے۔ دین اسلام کی راہ ٹیڑھی نہ ہو جائے۔ جو خدا رسیدہ حضرات ہوتے ہیں وہ کسی کے لئے یہ روا نہیں رکھتے کہ وہ حرمان (دوری' محرومی) میں پڑ جائے یا رہ جائے۔ دستگیری (مدد دینا۔ ہاتھ پکڑنا) ثابت قدم حضرات ہی کا کام ہے۔ مردان حق کام کی حقیقت کی تحقیق رکھتے ہیں۔ انہی کا یہ حوصلہ ہے۔ ہم نے اس رسالہ کا نام استقامت فی الشریعت بطریق الحقیقت رکھا ہے تا کہ یہ اسم بامسمی ہو جائے (جیسا کہ اس کا نام ہے یہ ویسا ہی نامزد ہو جائے) وباللہ التوفیق (راستہ دکھلانا اللہ کا کام ہے)۔

marfat.com

صفات کو غیر ذات کہتے ہیں ان کے لئے حیات اور وجود کو غیر کہنا مشکل تر ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہنے سے قدیمات ثابت ہو جاتے ہیں۔ بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ صفات عین ذات ہیں نہ غیر ذات بلکہ ایک لحاظ سے عین ذات ایک اعتبار سے غیر ذات ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ بعض صفات عین ذات ہیں جیسے کہ وجود' حیات' بقا' بعض غیر ذات جیسے کہ خلق' رزق' احیاء' سب اسی کو پکڑے ہوئے ہیں۔ اسی کے ایک ایک طرف کو کہ حق ہی حق ہے' جو گرمی و نرمی کرتا ہے' پنجہ مارتا ہے قابو میں کر لیتا' چھوڑ دیتا ہے رحم کرتا ہے۔ بنیادی خوبیوں (امہات صفات) کو بعض نے نو بعض نے سات بعض نے چار کہا ہے۔ ابوالحسن اشعری رحمتہ اللہ علیہ وہ ہیں جو متکلمین کے امام و پیشوا ہیں ہاتھ' منہ استواء کو بھی ثابت کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ حقیقی ہیں۔ ہاتھ قدرت کے معنی میں نہیں ہے۔ وجہ ذات کے معنی میں نہیں۔ استویٰ بمعنی استیلا نہیں۔

اللھم (اے ہمارے پروردگار) یہ مرد متکلم' دلیل و برہان (حجت و سند) کے ساتھ ہے لیکن وہ عین عیان (کھلی حقیقت) کی خبر نہیں رکھتا۔ اگر ہاتھ منہ استویٰ کو از قبیل تمثل کہہ جاتا تو وہ ایک توجیہ کی صورت ہو سکتی تھی کیونکہ صورت جیسی کہ ہے' ہے۔ تمثل' تشکل میں جو کچھ دکھلائی دیتا ہے وہ ایسا نہیں ہوتا۔ لیکن ویسا ضرور دکھلائی دیتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحیہ کلبی کی صورت میں آیا کرتے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام کی صورت نہ تو وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت کے جیسی ہے نہ جبرئیل علیہ السلام نے وحیہ کلبی کی صورت لی مطلب یہ کہ وہ ویسے ان کے جیسے ضرور دکھلائی دیتے تھے۔ لیکن وہ ویسے نہ تھے نہ ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ ذات کے ہاتھ ہیں تو کیا وہ ہاتھ ویسے ہی ہیں جیسے کہ محبوب کے ہوتے ہیں۔ محبوب کے ہاتھ میں اعصاب (رگ پٹھے) ہڈیاں گوشت پوست خون چمڑا ہوتے ہیں۔ گھٹتے بڑھتے کھلتے بند ہوتے ہیں۔ ایسی باتوں سے جو کہی گئی ہیں ہم اللہ کی پناہ میں آتے اور استغفار کرتے ہیں اور سختی کے ساتھ انکار کرتے ہیں کہ یہ سب اس کو جیسا کہ سمجھنا چاہئے نہ سمجھے۔ کچھ کا کچھ کہہ گئے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ قاضی عین القضاۃ ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ نے لمس (چھونا)

marfat.com

احساس اس کے جزو نہیں کرتے بلکہ وہی کیا کرتا ہے جس سے یہ اجزاء قائم ہیں۔ کیونکہ دراصل حیَ (زندہ) متحرک (حرکت کرنے والا) واجد (مزہ لینے پانے والا) وہی ہے۔ اسی سے اس نے یہ وجدان (یافت) پایا ہے۔ اس سے یہ سمجھ میں آ جاتا ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ چھونے، سونگھنے، مزہ پانے، لینے کی تعریف و حکایت، کسی درمیانی واسطہ کے بغیر اسی کے لئے ہے۔ اگر کسی قسم کی تشویش کسی کے دل و جان میں آئے الحاد و اباحت کی صورت کا نقش بنائے اور یہ دکھلائے کہ جب لذت لینے پانے والا، چھونے والا، سونگھنے والا وہی ہے تو پھر حلال کیا اور حرام کیا۔ سب ایک ہی درجہ میں آ جاتے ہیں، ایک ہی تار میں بندھ جاتے، منسلک ہو جاتے ہیں۔

نعوذ باللّٰہ من شرّ الشیطان و من شر ھذا الظان (پناہ میں آتا ہوں اللہ کی شیطان کے برائی ڈالنے سے اور ایسے برے وہم و گمان کے آ جانے سے) وہی اشکال جو کہ قضا و قدر میں رونما ہوئے تھے وہی اس وجہ میں روشن تر زیادہ کھلے دیکھے گئے۔ قدری، سنی، اشعری، جبری، سب یہی کہتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ لَیۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ (اللہ اپنے بندوں پر ظالم نہیں، ظلم نہیں کرتا۔)

اس نے ایک تقدیر ٹھہرا دی، ایک قضا جاری کی، افعال و حرکات کو پیدا کیا۔ وہی اپنے پیدا کئے ہوئے پر عذاب کرتا ہے۔ اس سوال کا جواب، اس مشکل مسئلہ کا حل ان اشکال کی صورت پذیری، صورت نمائی ان کا سمجھنا لوگوں کے لئے ایک پہاڑ ساخت اور مشکل کام بلکہ محال کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے۔ اگرچہ ان میں بیان کرنے کی طاقت، کہنے کی قوت کافی ہے لیکن اس کے بیان کرنے، ان گتھیوں کو سلجھانے میں سب کا منہ بند ہے۔ زبان خشک ہو کر رہ گئی ہے۔ ان کا جو کچھ بیان ہوتا ہے وہ مٹکے (مٹی کا برتن) اور مٹکے کے بنانے والے کی تعریف کا سا ہو کر رہ گیا ہے۔ صاحب شرع علیہ السلام نے فرما دیا کہ اذا ذکر القدر فاسکتوا (جب مسئلہ قدر کا ذکر آ جائے تو خاموش ہو جاؤ) بعض یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ ہر چیز کو خود پیدا کیا، ہر کام خود کیا، خود ہی عذاب کرتا ہے۔ یہ ظلم نہیں تو کیا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ تم اس بھید سے واقف نہیں ہو۔

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم باللّٰهِ التَّوفیق

(شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان' انتہائی بخشش کرنے والا ہے۔
اللہ ہی کا کام راستہ بتانا' ہدایت دینا ہے۔)

اللہ جل شانہ' عناصر کو عالم غیب سے عالم جسم و جسمانیت میں لے آیا' ان کو نہ تو مادہ سے نہ اس کے جیسے سے لے آیا۔ فلسفہ کے ماہر جنہیں ہم شیطان کہتے ہیں وہ ہیولیٰ (مادہ اصلی) کو قدیم کہتے ہیں۔ صورت کو حادث (نو پیدا) بتاتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ایسا نہ ہو تو تقدر و استحالہ (پلید رہنا' محال کی طلب) رونما ہو کر ایک دور تسلسل (گردش سلسلہ بندی) کا مرحلہ پیش آ جاتا ہے۔ بخلاف اس کے محققین یہ کہتے ہیں کہ اللّٰہ مصدر الموجودات ای مبدھا و مرجعھا لا شاحته فی الالفاظ (اللہ پیدا و ظاہر کرنے والا ہے کائنات کا بلکہ اس کی ابتداء و انتہاء اور اس کا لوٹنا۔ کوئی کسر الفاظ میں نہیں) وہ اس مشکل کے دور ہونے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ یہی ہیولیٰ ہے۔ یہ سب کچھ جو کہا جاتا ہے وہ بطور انکار کہا جاتا ہے۔ اذا اراد اللّٰہ شیئا ان یقول له کن فیکون (اللہ جب ارادہ کرتا ہے کسی چیز کا تو کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے) کن۔ کو ہیولیٰ تصور کر لو' قدیم سمجھ لو۔ فیکون کو صورت تصور کر لو' حادث جان لو۔ اللہ تعالیٰ نے چاروں عناصر کو ایک دوسرے کی ضد بنایا۔ ہر ایک کی ایک طبیعت ٹھہرائی۔ ان کی خاصیتوں میں ایک نسبت خاصہ رکھ کر ان کو ظاہر کیا تاکہ ان کا آپس میں میل ہو جائے وہ یکساں ہو کر آپس میں مل جائیں ان میں امتزاج طبعی حاصل و پیدا ہو جائے۔ خود اس نے ان کو آپس میں ملا دیا۔ اسی نے آگ کو گرم و خشک' مٹی کو سرد و خشک' خشکی کی وجہ سے مٹی اور آگ میں ایک مناسبت و نسبت ہو گئی۔ پانی سرد و تر ہے۔ مٹی و پانی میں سردی ہونے سے ایک مناسبت' نسبت ان میں پیدا ہو گئی' ہوا

marfat.com

ان سب کو اسی نے پیدا کیا۔ آگ کے قبول کرنے کے لئے مشرک کے جسم کو اسی نے پیدا کیا۔ مشرک میں تکلیف رنج کے پانے کو بھی اس نے پیدا کیا۔ مشرک کے چلانے‘ پکارنے‘ فریاد کرنے‘ تکلیف دکھ درد اٹھانے‘ رونے چلانے کو بھی اسی نے پیدا کیا‘ ایسی تکالیف اٹھانے کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ اب کہو کہ تمہارے کون سے سوال کا جواب باقی رہا ہمارے کہے ہوئے میں غور کرو گے تو ظاہر ہو جائے گا کہ ظلم ہوا ہی نہیں ......ہوتا ہی نہیں جب یہ بات ہو تو تم ہی کہو کہ جبر (دباؤ) کہاں ہے۔ کون سی کھڑکی سے سر نکالا ہے‘ کیسے ہوا‘ اس کو جبر کیسے کہہ سکتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ آپ ہی کھیل رہا ہے۔ اپنے آپ سے آپ ہی مشغول ہے۔ غیر کے ساتھ وہ مشغول ہی نہیں۔ ظلم اس وقت ہوتا جبکہ ہماری خدا کے ساتھ وہی نسبت ہوتی جو بادشاہ کے ساتھ رعایا کو۔ مالک کے ساتھ غلام کو کہ ایک آقا‘ ایک بندہ‘ ایک مالک ایک مملوک ہوتا ہے۔ ہم ہم اور سلطان سلطان۔ جو کچھ وہ کہے ویسا کریں۔ مامور و مفعول اس کے کہے ہوئے کے مطابق کرنے پر بھی عذاب ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ ظلم ہوا۔ اللہ تعالیٰ۔ خود بنایا۔ خود کیا۔ خود فرمایا۔ خود عذاب کیا تو اس کو ظلم کیسے کہہ سکتے ہیں۔ ظلم کا گزر کیسے ہو سکتا ہے۔ ہمارے اس بیان سے قضا و قدر کے اشکال کمزور ہو گئے۔ وہم و خیال قدری جبری ناتواں ہو گیا۔ ہماری بحث سے جیسا کہ چاہئے مقصد و مطلب مل گیا ثابت ہو گیا۔

حکماء و فلاسفہ نے ہیولیٰ و صورت میں جو بحث کی ہے وہ بیان ہی بیان ہے‘ اس کے سوا کچھ نہیں۔ اس حقیقت کو وہ جان نہ سکے پراگندہ و پریشان ہو گئے۔ ذرات کی طرح ہوا میں اڑ گئے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر غلبہ پا گئے‘ تحقیق کے میدان میں بازی لے گئے۔ مر کر اٹھنا سچ ہے‘ دوزخ کا ہونا سچ ہے اللہ تعالیٰ کو ظلم و ستم کے ساتھ نسبت نہیں دی جا سکتی اللہ جب چاہتا ہے کرتا ہے اور اختیار کرتا ہے تمہارے لئے اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا۔ تمہارے افعال کو بھی پیدا کیا۔ یعنی جو تم کرتے ہو اس کو بھی پیدا کیا۔ اللہ ہی کے لئے بہترین دلیل ہے۔ اب ہم ابتدائی کلام کی طرف لوٹتے ہیں۔ ہم نے جو کچھ کہا وہ تم سمجھ گئے ہو گے۔ لذت‘ راحت‘ نفرت‘

marfat.com

کیا اور تکرار کے ساتھ فرمایا کہ دوزخ میں عذاب دیا جائے گا' دکھ پہنچایا جائے گا۔ ہر نبی علیہ السلام کے فرمائے ہوئے کو لکھوں تو طوالت ہو جائے گی۔ جتنے بھی اہل کتاب ہیں' انہیں یہ معلوم ہے۔ سب کا متفقہ اعتقاد یہ ہے کہ دوزخ تکلیف دہ مقام ہے۔ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ دفع اعتراض قرآنی کے لئے کہتے ہیں کہ عذاب مشتق ہے۔ عذابۃ الماء سے یعنی تکلیف نہ ہوگی رنج نہ ہوگا لیکن قرآن شریف میں عذاب جس معنی میں آیا ہے وہ اس معنی میں نہیں' ہرگز ایسا نہیں۔ ایسی تاویل لائق بھروسہ نہیں۔ اعتبار کے لائق نہیں۔ کیونکہ جتنے دین حق آئے جو کچھ اس میں بتلایا گیا' وہ اس کے خلاف ہے اور سچی خبر جو انبیاء علیہم السلام نے دی اور سچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی خبر کے بھی بالکل خلاف' اس سے ہٹی ہوئی اور علیحدہ ہے۔

قرآن شریف میں جن جن آیات میں عذاب کا لفظ آیا ہے۔ وہاں الم' ایذا' رنج' دکھ' تکلیف کو صاف عبارت' صریح بیان کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ جس کی اہل تفسیر اہل فقہ نے نہایت خوبی کے ساتھ تشریح و تفسیر و تفہیم کی ہے۔ جس میں تاویل و تحویل کی ذرا بھی گنجائش نہیں۔ نعوذ باللہ منہ (پناہ مانگتا ہوں اللہ سے ایسے کہنے سے) محمد حسینی۔ اَنِّی اَنَا اللّٰہ (میں ہی اللہ ہوں) کی آگ سے ایک چنگاڑی لے کر مشکوٰۃ مصطفوی (فانوس چراغ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے چراغ روشن کیا ہے اور زجاجہ مرتضوی (قندیل علی مرتضیٰ رضی الہ عنہ) سے جلا (صفائی روشنی) پاکر روشن تر ہو گیا۔ وہ یہ کہتا ہے کہ اگر انسان آگ میں آگ کے کیڑے کے جیسا یا پانی مین مچھلی کی طرح ہوتا تو نتیجہ وہی ہوتا جو وہم کرنے والے (کا وہم مزاحمت بن کر) وہم کرنے والے کے لئے مشکل و مانع ہو جانے کی وجہ وسبب ہو کر اس کی قوت واہمہ کو (تحقیق) جانچ پڑتال کے حدود اور قیاس صحیح کے دائرہ سے باہر لے گئی۔ سنو! انسان اگر صرف آگ ہی کے میدان میں پھولتا پھلتا' پروان چڑھتا' وہیں سے سر نکالتا۔ آگ ہی میں سے یا آگ سے پیدا ہوتا تو یہ اعتراض ٹھیک ہوتا۔ ظاہر ہے کہ انسان کئی اجزاء سے مرکب ہے جس میں ایک جز آگ بھی ہے اس کے باقی اجزاء دوسرے ہیں۔ یہ بھی سن

marfat.com

نے تھوڑا سا غبار بھی اس میدان کا نہ پایا۔ اس لئے ہم زیادہ وضاحت کے ساتھ کہتے اور شرح کرنے کی ضرورت پاتے ہیں۔ ایسا کھلا بیان کرنا چاہتے ہیں جس سے تمہارا دل کھل جائے اور پوری طرح سے تمہاری سمجھ میں آ جائے۔ سنو! ملک یعنی ناسوت (عالم اجسام) ملکوت (عالم فرشتگان۔ روح) لاہوت یعنی عالم الٰہی (غیب الغیب) جبروت (مجموعہ ناسوت' ملکوت والا ہوت) "ملک" عالم شاہد (حاضر موجود) کو کہتے ہیں۔ جس کا نام ناسوت (عالم اجسام) بھی ہے۔ "ملکوت" عالم شہود کے باطن کو کہتے ہیں کیونکہ "روح الروح" جس سے عالم شہود قائم ہے یہ اس کا خلاصہ ہے "لاہوت" وہ عالم ہے جس سے عالم ملکوت قائم ہے یہ خلاصہ کا خلاصہ ہے۔ "جبروت" وہ عالم ہے جہاں ملک ملکوت لاہوت جمع ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ جوز کا پوست عالم ناسوت' جوز کا مغز۔ عالم ملکوت۔ جوز کے مغز کا مغز عالم لاہوت۔ جوز کو پوست۔ مغز' مغز کے مغز کے ساتھ اعتبار دیا جائے تو اس کو جبروت یعنی سب کا مجموعہ خلاصہ کا خلاصہ اور نچوڑ کہتے ہیں۔ یہ چاروں کے چاروں انسان میں بالفعل موجود ہیں۔ جسم بمنزلہ ملک۔ روح ہو کہ انسان کا باطن ہے خلاصہ ہے یہی اس کا قیام قرار اور اصل ہے وہ بمنزلہ ملکوت ہے۔ روح الروح جو خلاصہ کا خلاصہ باطن کا باطن ہے جس سے روح کا قیام وقرار ہے اس کی جو اصل ہے وہ بمنزلہ لاہوت ہے۔ اب اس کو جب اعتبار دیا جاتا ہے تو اس کو جبروت کہتے ہیں۔

فیض قدسی قدیم ہے۔ اسی کو حکماء نفس جزئی کہتے ہیں۔ ہر بشر (آدمی) کی اصل کے ساتھ اس کو اس طرح متعلق تصور کر لو کتعلق الملک بالمدینۃ والعاشق بالمعشوق (جیسا کہ بادشاہ کا تعلق شہر کے ساتھ اور عاشق کا معشوق کے ساتھ) یہ تعلق یہ نزدیکی ایسی نہیں ہے جیسی کہ اجسام کی نزدیکی ہوا کرتی ہے یا ان کا تعلق اور دوری بھی ویسی نہیں جیسی کہ اجسام کی ہوتی ہے یا اس کا تعلق اس مطلب کو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ وہ نزدیک بھی نہیں' دور بھی نہیں۔ ملا ہوا بھی نہیں' الگ بھی نہیں۔ اندر بھی نہیں' باہر بھی نہیں۔ فیض قدسی جسمانی نزدیکی دوری۔ ملنا' جدا ہونے کے جیسا ہونے

marfat.com

کی) ہوا کرتی ہے۔ صورت کی مناسبت کے ساتھ ایک لطیف تجلی میں عجیب صورت کے ساتھ آتا، متجلی ہوتا ہے۔ اس کہنے سے شاید تم یہ گمان کرنے لگ جاؤ کہ یہ لطیف صورت وہاں کیونکر نقش پاتی (ٹھہر سکتی) ہے، کس طرح رنگ آمیزی (کھیل تماشے) کرتی ہے، کیسے منہ دکھلاتی ہے۔ یہ پیکر (تن۔ شکل۔ جسم۔ ڈھانچہ) عالم بے چون (نرا عالم، خدائی بے مانند، جس کا کوئی ہمسر نہ ہو، غیب) سے چگونگی (ہونا، جسمانیت، شہادت) میں یعنی بے صورتی سے صورت میں آیا۔ تو اس کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ سالک میں ابھی وہ استعداد پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اس کے اپنے اعیان عیاں (ظاہری آنکھوں) سے معائنہ کرے۔ عین بعین ہو جائے، اسی عین میں ایسا محو اور گم ہو جائے کہ اس سے اس کا اس میں کچھ اثر نہ رہے۔

یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے چاہا کہ قبول بندگی کی ایک صورت ایسی پیدا کرے جو احسن الصور (سب صورتوں میں بہترین صورت) اجمل النقوش (سب نقوش میں بہترین نقش) املح الاشکال (ساری شکلوں میں خوب ترین، نمکین، دل پذیر و دل پسند) ہوتے ہوئے مجلی و مصفی بھی ہو۔ تاکہ جمال لایزالی کی صورت میں اس کے عکس کو قبولے (قبول کرے) جس میں وہ اس وجود کو دیکھ سکے جس کو ذات قدیم کہتے ہیں۔ جب وہ "ذات" سالک پر تجلی کرتی ہے تو سالک اس عکس (سایہ) کے عکس سے محظوظ رہتا ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ وہ اس حال میں بصیر (بینا) کو دیکھتا ہے۔ تو اس کی بصر (بینائی) جو ذات پاک سے نسبت رکھتی ہے مشاہدہ (دیکھنے) میں آ جاتی ہے، شہود پا جاتی ہے۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ اس سے جدا نہیں۔ فیض قدیم، اس شبنم کے جیسا ہے، جو سات دریا کا سامنا رکھتا ہو یا اس ذرہ کے جیسا ہے، جو آفتاب کے مقابل ہو گیا ہو۔ اس کے سامنے ہونے اس کے مقابل ہو جانے سے اس کے صفات سے متصف ہو گیا ہو۔

من له الكل بالكلية وهو الكل و كل الكل وكلية الكل (جس کے لئے کل کلیت کے ساتھ ہو اور کل کا کل ہو گیا ہو۔ وہ کل ہے، کل کا کل ہے۔ بالکلیہ کل ہے۔)

marfat.com

مدر (گھیرنے والا۔ خوب جاننے والا) ہو جائے تو دیکھتا ہے کہ وہ کچھ اور ہی ہے۔ جب تک اپنے آپ میں نہ آئے' دیکھنے والا یہ نہیں جانتا کہ یہ کیا اور کس قدر تجلیات و مکاشفات تھے ہاں یہ کہ صرف بتلانے والا جانتا ہے کہ وہ کیا ہیں۔ کیسے ہیں کس قدر ہیں۔ انه عالم بالجزئیات والکلیات (وہ جاننے والا ہے جزئیات وکلیات کا) یا ایسا ہے کہ وہی وہ ہے جو اپنی اضداد (برخلاف برعکس مخالف) کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ دوسرے صفات میں دوسری صورتوں میں ہو کر کسی ایک صورت میں تجلی کر کے اس کو اپنا عاشق و مبتلا دیوانہ و والہ بنا دیتا ہے۔ ابد الآباد (ایک کافی مدت) گزر جاتی ہے اور وہ مرد اس سوز درد ہی میں رہتا ہے۔ اس کا دماغ پگھل جاتا ہے۔ وہ سوختہ ناساختہ (جلا ہوا۔ آراستہ نہ کیا ہوا) افروختہ نادوختہ (روشن کیا ہوا۔ نہ ملایا ہوا) دردمند' وامانده (درد والا' عاجز آیا ہوا) درمانده (مجبور' لاچار) درویش بے خویش (بیچارہ جو اپنے میں نہ ہو۔ کوئی اس کا سہارا نہ ہو) بے بس (لاچار) بے ہنر (بغیر کسی پیشہ کے) رہ جاتا ہے۔ مراد یعنی مطلوب کو اپنے دام (قابو) میں نہیں پاتا۔ کسی ہمیشہ درد میں رہنے والے' گرے پڑے ہوئے سے اگر پوچھو تو تمہیں یہ بات معلوم ہو جائے اور سمجھ سکو کہ یہ بات کیا اور اس میں کیا خوبی ہے۔ ایسے شخص کو رسیدہ کہیں تو یہ ہوسکتا ہے اور نایافتہ کہیں تو بھی ہوسکتا ہے۔ یہ وہ ہے جو مار ڈالا ہوا' پہنچا ہوا ہے۔ یہ وہ صاحب ذوق وشوق ہے جو سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہے' مراد و مقصود کو پہنچا ہوا ہے۔ لیکن اس میں یہ ندرت ہے کہ وہ اس کا منہ ابھی تک نہیں دیکھا۔ یہ وہ ہے کہ جس نے طلب کی عصا (سہارے کو) ہاتھ سے ڈال دیا ہوا۔ مسافرت کے جوتے (اسباب) پاؤں سے اتار چکا ہو۔ سعی کوشش' محنت' جستجو کا کمر بند عزیمت (بلند ارادہ) کی کمر سے کھول دیا ہوا۔ مسافرت میں کام آنے کا توشہ سب کو بانٹ دیا ہو' اپنے پاؤں پھیلا کر ایک گوشہ میں بے فکری کا تکیہ پیٹھ سے لگائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔ جس سفر میں وہ اب ہے وہ صورت سقر (دوزخ کا منہ۔ نمونہ) ہے اس سے پہلے وہ پاؤں سے چلتا تھا' اب سر کے بل چل رہا ہے۔ جس کے پاؤں کاٹ دیئے گئے ہیں اب وہ جوتے پہنے تو کس طرح کیسے پہنے۔ جس کی کمر توڑ دی گئی ہو وہ کمر

marfat.com

جائیں اور رب کے کلمات باقی رہ جائیں۔ہم لے آتے ہیں ایسی ہی مثالیں) اتصاف اسماء (ناموں کا خوبیاں اختیار کرنا۔اسم بامسمیٰ ہو جانا) تخلق باخلاق والصفات (اخلاق اور صفات کے خوگر ہونے) سے۔سالک پر دو چیزیں تحقق (ثابت تحقیق پائے ہوئے) ہو جاتی ہیں۔ایک بے انتہا دکھ۔دوسرا دیکھنا ایسے سمندر کا جس کا کنارہ نہیں۔ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ اسی راستہ کی دوری' بے نہایتی کا پتہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "جب میں ہوتا ہوں تو وہ نہیں ہوتا۔جب وہ ہوتا ہے تو میں نہیں ہوتا۔"

چنانچہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

با سنائی زیں قبل در ماندہ ام   بے من است او تا سنائی بامن است

(سنائی سے اس طرح عاجز آ گیا ہوں   وہ میرے بغیر ہے جب تک سنائی میرے ساتھ ہے)

اللہ سبحانہ' فرماتا ہے کہ اگر سمندر کلمات رب لکھنے کی سیاہی ہو جائیں۔اسی پر سے قلم' کتاب' کتابت کی صورت میں سورتوں کو قیاس کر لینا چاہئے۔آیات کو کلمات ربی کہنے سے اس کی کیا مراد ہے اس کو بھی جاننا ضروری' اس نتیجہ پر پہنچنا بھی لازمی ہے۔کلمة القها الی مریم (ایک کلمہ جو ڈالا ہم نے مریم میں) یہ مجموعہ مفرد ہے کہ اس نے اپنے فیض کی "بلاترکیب مادہ" اور "صورت جسمانی کے ملے بغیر" ایک صورت آدم علیہ السلام کی صورت پر بنائی اس کا نام عیسیٰ علیہ السلام رکھا۔انہیں مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ آدمیت کے صفات کے ملنے ایک ہونے سے کہ فیض قدیم جس سے متعلق تھا وہ اپنے آپ کو اس صورت میں یا جو مسیح علیہ السلام کی صورت تھی' دکھلایا۔یوحنا کی انجیل میں ہے کہ لقد کان مبتداء الکلمات لدی اللہ لتکون کلمة اللہ ھی العلیاء (البتہ وہ تھا ابتداء کرنے والا کلمات اللہ کا ہمارے لئے تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے۔) کلام کلمہ میں کیا ہے۔لا الہ الاّ اللہ۔لَا اِلٰہ۔نفی ما استحال وجودہ۔(اللہ کے سوائے کسی اور کا وجود نہ ہونا) الا اللہ۔ اثبات ما استحال عدمہ (ثابت کرنا ہے کہ اسی کا وجود ہے) ظہور کی ایک اور مثال "سراب" اور "ہوا" ہے۔سراب ہوا کی صورت' ہوا سراب کی معنی ہے۔ہوا کا ظہور سراب کی صورت کے سوا کسی اور صورت نہیں ہوتا۔سراب کا قرار و قیام'

marfat.com

ہے' ویسا ہی رہتا ہے' ویسا ہی رہے گا) ہاں اتنا ضرور ہے کہ جس قدر جس سے تعلق کیا ہوا ہے اس کے لحاظ سے یہ ایک دوسرے سے جدا اور غیر دکھلائی دیتے ہیں جیسا کہ زجاجہ (شیشہ۔ آبگینہ۔ کانچ) جو اپنے محاذی (سامنے) و مقابل (برابر) کے لحاظ و مناسبت سے اپنا نقش دکھلاتا ہے لیکن جیسا اور جو کچھ کہ وہ ہے۔ ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ تھا ویسا ہی ہے۔ لا یتغیر فی ذاته ولا فی صفاته بحدوث الا کوان والموجود لا یصیر معدوماً بل ینتقل من صورة الی صورة و من هئیة الی هئیة (وہ تغیر نہیں پاتا' ذات میں' نہ صفات میں' کونین کے پیدا کرنے' ہونے سے جو موجود ہے' وہ معدوم نہیں ہوتا بلکہ ایک صورت سے دوسری صورت میں ایک ہیئت سے دوسری ہیئت میں منتقل ہوتا ہے۔) مطلب یہ کہ فیض قدیم فانی نہیں ہوتا' مٹ نہیں جاتا بلکہ وہ ایک تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ ایک صورت کے بعد ایک صورت سے۔ ایک وضع سے ایک وضع میں آ جاتا ہے۔ العالم متغیر (دنیا کچھ سے کچھ ہونے والی ہے) اس سے متعلق ہے نہ کہ اس سے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام۔ (جو بھی ہیں وہ مٹنے والے ہیں اور باقی رہنے والا' تیرا پروردگار صاحب مرتبہ و بزرگی والا ہے۔) فاینما تولوا فثم وجه الله (جدھر دیکھو اللہ کی وجہ ہے) یہ مکان بشری (آدمیت کا محل) لباس ملکی (فرشتگی کا لباس) ہو یا شیطانی' زمین کا ہو یا آسمان کا ہو یا عرش کا سب فنا و زوال کے راستہ پر لگے ہوئے ہیں' سب کو فنا و زوال ہے۔ الا وجهه (مگر اس کی وجہہ) ہر موجودگی کی توجہ اسی کی طرف ہے۔ جیسا کہ کہا گیا لا یقبل الفناء بل یستحیل (فنا قبول نہیں کرتا بلکہ ایک حال سے دوسرے حال میں ہو جاتا ہے۔) اس بیان سے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے گمان میں وہم میں' یہ گزر جائے۔ کونه فی مکان و حلوله فی محل (رہنا اس کا کسی مکان میں اور اترنا اس کا کسی جگہ میں) ہرگز ہرگز ایسا گمان نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے پاک بزرگ و برتر ہے اگر تم یہ کہو کہ ظاہر معنی میں لفظ اینما اس کی دلیل ہے تو پھر وہی اللہ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے کے معنی کیا ہوں گے۔ بلحاظ منقول هو الله فی

marfat.com

چکی ہے۔ اَلسَّیْرُ لِلّٰہِ (سیر اللہ کے لئے) السیر فِی اللّٰہ (سیر اللہ میں) السیر باللّٰہ (سیر اللہ کے ساتھ) السیر من اللّٰہ اِلی اللّٰہِ (سیر اللہ سے اللہ کی طرف) انشاء اللہ العزیز (زبردست اللہ چاہے تو) اگر خدا کی مرضی ہوگی تو شروع ہوگی۔ یہ وہ مرتبہ ہے جہاں زبان بند ہو جاتی ہے گفتگو کی نہیں جا سکتی۔ تقریر و تحریر' عبارت کے لئے کوئی راستہ نہیں۔ اشارت کے لئے کوئی موقعہ نہیں۔ آنکھ کی روشنی کی تیزی' رسائی دھندلی اور سمجھ کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ یعنی بے نور ہو جاتی ہے۔ ہائے ہائے حیرت ہی حیرت' بے خودی ہی بے خودی ہے۔ وصول جس کو کہتے ہیں وہ ایک شعور خاص' یقین محقق کا آ جانا ہے کہ ہم نہیں وہی وہ ہے۔ ایک سے ایک کے سوائے نہیں نکلتا۔ وہ ایک ہے۔ ایک میں ایک ایک ہی ہوتا ہے۔ ایک سے ایک کو ضرب دیں تو ایک ہی نکلتا ہے۔ ایک ہی حاصل ہوتا ہے اس فہم کے ساتھ جب بیان کرنے پر آتا ہوں تو یہ وہ بیان عیان ہے جو عالم کثرت کا نشان ہے جو کائنات اور کائنات والوں کا پتہ بتلاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو عیان (کھلا ہوا) ہو وہ بیان (کہنے) میں نہیں آتا۔ سچ ہے بیان کے لئے عیان نہیں عیان کے لئے بیان نہیں یہ سمجھ جاؤ کہ ملنے والا وہی ہے جس میں جدائی کا تصور نہ ہو۔ جب جدا ہونا ہی نہ ہو تو ملنا کیسا۔ هو الاول هو الدائم هو الآخر (وہی پہلا۔ وہی ہمیشہ وہی پچھلا) سارے جہان کو جو گھیرا ہوا ہے کوئی اس کا بیان کرے تو کیا کرے کس کا کیا بیان کرے کیونکر کرے۔ بات یہ ہے کہ اس میں ایک تصور ہوتا ہے جس کی وہ ایک مثال بناتا ہے۔ کچھ بیان میں آ جاتا ہے کچھ ایسا ہی رہ جاتا ہے۔ تھوڑا سا ایک اشارہ اس کی طرف ہو سکتا ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ (نہیں ہے حول وقوت کسی میں اللہ کے سوائے) کیسا اشارہ کس طرح کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ مَن اشارا الیٰ توحید فھو عابد و ثن (جس نے توحید کی طرف اشارہ یا وہ بت پرست ہے۔) من (جو) اور الیٰ (طرف) دراصل عدم ہیں' یعنی حقیقتاً غیب ہے۔ متیٰ (کب) اذا (جب) بود نابود (ہونے نہ ہونے) میں فِی (میں) علیٰ (اوپر) وہم و خیال میں گم ہیں۔ کونہ وجودہ ھو ھو لا ھو الا ھو (اس کی بنائی ہوئی اس کا

marfat.com

کوئی۔ وہ جیسا کہ تھا ویسا ہی ہے اور ویسا ہی رہے گا۔ پس تو ہو جا۔ جیسا کہ تو تھا اور ہے۔ انیت ہی انیت (یکتائی ہی یکتائی) اثنیت ہی اثنیت (دوئی ہی دوئی) ہے۔ ھو تعالیٰ متکلم بکلام واحد ازلاً و ابداً (اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک یعنی ابتداء سے انتہاء تک ایک ہی کلام میں ہے) اس کے کلام میں اس کے حکم کیے ہوئے منع کیے ہوئے میں فرق و تمیز کرنا کسی طرح سے بھی جائز نہیں۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک حرف کے بجائے دوسرے حرف کے بدلنے کو جائز رکھا جائے۔ وہ کبھی عربی، کبھی عبرانی، کبھی سریانی میں کہتا ہے۔ وہ ایسا نہیں کہ کبھی بات کرتا کبھی چپ رہ جاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک و مبرا ہے۔ یہ باتیں مخلوق سے متعلق ہیں۔ ذرا سوچو کہ وہ لمن الملك اليوم لله الواحد القهار (کس کے لئے آج کا دن ہے۔ اللہ ہی کے لئے جو ایک اور ضابط ہے) فرما رہا ہے ایک گھڑی ایک پل، تھوڑی دیر کے لئے بھی اس کہنے سے نہیں رکتا۔ وہ منحصر نہیں (ٹھہرا ہوا نہیں) وہ اپنے ساتھ آپ ہے۔ اپنے آپ سے آپ ہی کہتا ہے۔ اپنے آپ سے آپ ہی سنتا ہے۔ اپنے سوال کا جواب آپ ہی دیتا ہے۔ خود لمن الملك کہتا ہے جواب میں خود ہی لله الواحد القهار کہتا ہے ازل سے ابد تک سب ہوتے ہوئے بھی نہ ہونے کے شمار میں ہیں۔ عین شہود ہوتے ہوئے بھی وجود کے بغیر ہیں۔ مہینے، سال، دن، گھنٹے، منٹ، لمحے بلحاظ گردش آفتاب ہیں۔ نظام شمسی دور فلک سے ان کا ربط ہے۔ وليس عند الله صباح و لا مساء (اللہ کے پاس نہ صبح ہے نہ شام) کلام مجید میں غائب حاضر ہو کر کہتا ہے منتظر کو واقع شدہ (ہونے والے کو ہوا ہو) جانتا ہے۔ حال کو بطریقہ ماضی لوٹا لاتا ہے۔ اسی میں سے ایک فصل بیان کی گئی ہے۔ اگر ہر ایک باب کو بیان کرنے لگ جاؤں تو بات بڑھ جائے گی۔ ہمیں مختصر طور سے کہنا منظور ہے۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (قیامت کے دن کے مالک) فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (جو کوئی ذرہ برابر عمل کرے وہ دیکھ لے اس کی بھلائی) اس کتاب اور اس بارہ میں ہے۔ وما امرنا الا واحدة كلمع بالبصر (نہیں حکم کیا ہم نے مگر ایک پلک جھپکنے تک) سے ایک تلویح (اشارہ) اسی مراد کی بابت کی گئی ہے۔

marfat.com

الظاهر هو الباطن (وہی حاضر وہی کھلا۔ وہی غائب وہی چھپا) یہ اس کے سوا نہیں جانتے۔ ان ہی میں ایک کہتا ہے۔

انکہ بر آمد بہ بزم مجلسیاں دوست دوست
گرچہ غلط می دہد نیست غلط اوست اوست

(وہ جو مجلس میں آیا ہے وہ دوستوں کا دوست ہے
اگرچہ کچھ اور دکھائی دے رہا ہے یہ غلط نہیں وہ وہی ہے)

اس شعور کے ہاتھ آ جانے کے بعد عارف محقق کا سلوک پورا ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وجود لا متناہی ہے۔ (جس کی کوئی انتہا نہیں ہے) اس کے ایسے ہونے سے نظارہ وقت میں، وقتاً فوقتاً ایک سیر سے دوسری سیر میں آ جاتا ہے، رہتا ہے اور کبھی سیر سے خالی نہیں رہتا۔ ہمیشہ سیر میں رہتا ہے پھر بھی یگانگی (یکتائی) جیسی کہ ہونی چاہئے اس کے ہاتھ نہیں آتی۔ ایسے جو ہوتے ہیں ان میں یکتائی دوئی باقی ہے جب وہ لا متناہی (جس کی انتہا نہ ہو) ہے تو ٹھہر جانا، آرام پا جانا کیسے میسر ہو سکتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بے وقوفی حماقت، خجالت، ملامت ہاتھ آ سکتی ہے۔ منہ دکھلا سکتی ہے۔ ان کے پیرو یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کو اس طرح اس شکل کے سوا بیان کرنا نتیجہ خیز نہیں۔ **لا حول ولا قوۃ الاّ باللّٰہ**۔ نتیجہ شکل۔ حد۔ وسط۔ اصغر۔ اکبر۔ صغریٰ۔ کبریٰ۔ رابطہ۔ نسبت کی یہاں گنجائش کہاں۔ یہ ٹھیک ہے کہ دریا کا پانی دریا میں مل گیا۔ ایک ہو گیا۔ وہ دریا کا پانی جو مختلف صورتیں لے لیا تھا اپنے ساتھ اپنا نام لے گیا۔ مطلب یہ کہ اس کا نام ہی اس کی دوئی ہے۔ حلقہ مستوی الاطراف (دائرہ) کو اگر خط اور نقطہ وہمی سے آدھا آدھا کریں یا اس خط کو درمیان سے اگر تقسیم کر دیں تو وہ حلقہ ویسا نہیں رہتا۔ نہیں ہو جاتا جیسے کہ پہلے تھا۔ لیکن اس کا اثر ضرور باقی رہتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جیسے کہ پہلے تھا لیکن اس کا اثر ضرور باقی رہتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ **قاب قوسین او ادنیٰ** (مل گئیں دونوں کمانیں بلکہ اور قریب ہو گئیں۔) اسی کی حکایت ہے۔ سمجھو کہ وہ ایک درست دائرہ تھا۔ اس دائرہ احدی کو خط احمدی آدھا آدھا کر کے لوٹ گیا۔ اصل دائرہ یہی ہو گیا۔ یاد رہے کہ دائرہ ویسا نہ رہا جیسا کہ تصور خط و نقطہ کے پہلے تھا۔ اصل اصل کے ساتھ یگانگی کے ساتھ نہ ملے تو جُز مِنَ الکُل (کل کے جز) کے جیسا ہو تو جاتا ہے لیکن کسی صورت

marfat.com

جیسا کہ چاہئے) متصور نہ ہوا (ہاتھ نہ آیا) ہر آدمی کے لئے یہ کہاں ممکن ہے کہ وہ ان تمام اشکال وصور پر کہ جس سے وہ متشکل ہے محیط و مدرک ہو جائے۔ اگر ایک لاکھ سال بھی سیر میں رہے انتہا کو نہیں پہنچتا۔ سیر پوری نہیں ہوتی وصول جیسا کہ ہونا چاہئے ممکن نہیں ہوتا۔

ابدال کی جماعت سے جو چالیس سے کچھ زیادہ تھی۔ میں نے ان سے شریعت کا ایک سوال کیا کہ آپ اہل سیر ہیں آپ کے سیر کرنے کی صورت یہ ہے کہ ساری زمین آپ کی سیر گاہ ہے۔ جہاں کہیں بھی آپ کے قدم پہنچے۔ مشرق میں ہوں تو مغرب اور اگر جنوب میں ہوں تو شمال اسی طرف ہے۔ زمین کا ایک حصہ ایسا ہوتا ہے کہ جہاں صبح ہو رہی ہے۔ زمین کا ایک حصہ وہ ہوتا ہے جہاں شام ہو رہی ہے۔ مغرب کا وقت آ رہا ہے۔ کہیں ظہر کا کہیں عصر کا وقت ہوتا ہے۔ فرض کرو کہ آپ ایسی جگہ تھے۔ جہاں آپ نے صبح کی نماز ادا کی اور اڑتے ہوئے ایسی جگہ آ گئے جہاں ابھی صبح نہیں ہوئی یا ایسے مقام میں پہنچ گئے کہ جہاں آفتاب غروب ہو رہا ہے تو آپ کی ظہر و عصر کی نماز کا قصہ کیا ہوا ایسی صورت میں آپ کیا کیا کرتے ہیں۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ ہم آپ سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ اپنے میں کے ایک کو دوزخ میں لے جاتے ہیں تو دوزخ میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ اس کے اسرار سے مطلع کرتے ہیں۔ جب وہ شخص وہاں سے لوٹ کر عالم ملک (دنیا) میں آتا ہے تو اس دنیا کی آگ جو اس دنیا کی آگ سے ستر ۷۰ درجہ کم اور ٹھنڈی ہے وہ آپ کو جلانی نہ چاہئے لیکن یہ دنیا کی آگ محققین، عارفین اولیاء رحمتہ اللہ علیہم انبیاء علیہم السلام سب کو جلاتی ہے۔ یہ بات بھی میں نے ان سے پوچھی کہ آپ دلوں کے حال لوگوں کے بھیدوں سے باخبر و مطلع ہوتے ہیں موجودہ آئندہ (حال استقبال) کی باتیں جانتے ہیں۔ ہر ایک کی ایک دیگ ڈھکی ہوئی جوش کھاتی رہی ہے۔ جو رو بچے اور لوگ جن سے آپ کو نسبت ہے وہ جو کچھ چھپ چھپا کر کرتے ہیں ان کی کھلی اور چھپی باتیں آپ پر منکشف (کشف پائے ہوئے) یعنی کھلا ہوئی ہوتی ہیں۔ ویسی صورت میں آپ اپنے

marfat.com

اس کی ذات کی تنزیہہ (ہر چیز سے پاک) تسبیح (پاکی سے خدا کو یاد کرنا) میں جیسی کہ کوشش کی جانی چاہئے اگر کی جائے تو وہاں پہنچ سکتے ہیں جہاں عبارت ایک ایسے نقطہ کی مثال کے سوائے نہیں ہو سکتی جو کسی وجہ سے یا کسی طرح سے بھی ٹکڑے کرنے بانٹ دینے کے قابل نہ ہو۔ یہ وہ مرتبہ ہے جہاں ذہنی تصور کے سوائے رسائی نہیں۔ اگر کسی کو اس کی ابتداء و انتہا نہ ہونے کی سمجھ ہاتھ آ جائے اور وہ اس جہاں (دنیا) اس جہاں (عقبیٰ) ہزاروں یہ اور وہ تصور میں لائے پھر بھی وہ سات دریا کی شبنم کے جیسا ہے جو دریائے محیط سے کم تر ہوتا ہے۔ کیا کیا جائے مثال دینے کے لئے ایسی بہت بڑی شبنم کے سوا کوئی ٹھیک مثال نہیں ملتی، اگر ہوتی تو ہم دوسری تمثیل بھی دے دیتے۔

جب تم نے اس کو سمجھ لیا۔ یہ جان لیا تو اس قول کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے جو محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے متبعین اور دوسرے محققین نے "وجود" ایک ہی ہے، جو کہا ہے وہ اتنے وجودات سے متمثل ہے۔ اس جہاں اس جہاں کی ساری نعمتیں، جنت کی آرام دہ چیزیں، دوزخ کی تکلیف و ایذا دینے والی چیزیں، ثواب، عذاب، عرش (سب سے اونچا مقام) ثریٰ (سب سے نچلا مقام) سب چھوٹے بڑے، عزیز ہوں یا ذلیل بزرگ ہوں یا حقیر، ایک ہی وجود ہے۔ اس کے سوا کوئی وجود نہیں۔ لیکن محمد حسینی جو کہ نور مرتضوی سے روشن و جلا پایا ہوا، ضیاء مصطفائی سے چمک دمک دیا گیا ہے، یہ کہتا ہے کہ ان تمام وجودات کے ساتھ کہ جن کا ذکر آیا ہے، اس کا فیض ہے جو سارے صور و اشکال میں متصور و متشکل ہے (سب صورتوں میں ساری شکلوں میں اس کا فیض صورت و شکل لیا ہوا ہے) اور وہ ان موجودات سے سوا ایک وجود ہے۔ یہ اس کا فیض اپنے سب صور و اشکال (اپنی صورتوں اور شکلوں) کے باوجود، اس وجود کے سامنے، حساب کے لحاظ سے اس ذات سے ایک لاکھ مرتبہ اس طرح کمتر ہے جیسے کہ دریائے محیط (سمندر) یا ہفت قلزم (سات سمندر) کے مقابل میں شبنم ہوتی ہے۔ سالک پے در پے، یکے بعد دیگرے بلکہ ہر گھڑی ہر پل اس وجود سے گزرتے اس سے پرے سے پرے کی سیر میں ہو جاتے ہیں۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ (البتہ تھوڑے) جس کا کوئی احساس نہ تھا کوئی فہم نہ

marfat.com

کے باہر وہی ہے۔ لطف یہ کہ نہ اندر ہے نہ باہر۔ نہ نزدیک نہ دور۔ اس سے' اس کے ساتھ کوئی آگاہ (باخبر) نہیں۔ سب وہ نہیں۔ وہ سب نہیں۔ هو الكل هو الكل اكل هو كلية الكل وكلية الكلى هو كل كل الكلى و كلك و كل كلك هو هو هو لا هو الا هو (وہ کل ہے۔ کل کا کل ہے۔ وہ کل کی کلیت ہے اور کلیت کی کلیت ہے۔ وہ کل کا کل۔ کل کا کلیہ اور تمہارا اکل۔ تمہارے کل کا کل وہی وہ ہے وہ نہیں وہ بلکہ وہی ہو) من الله الى الله (اللہ سے اللہ کی طرف) کی سیر اسی سے سمجھ میں آتی ہے کہ کیسی بے انتہا ہے اس کو خوب سمجھ لو۔ اس مرتبہ میں سالک کا یہ گمان ہوتا ہے کہ میں واصل ہو گیا (مل گیا) میری سیر میرا سلوک پورا ہو گیا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ حق الحقیقت۔ حقیقت الحق اور حق ہے۔ شریعت مراد ہے انسان کامل کے قول (کہے ہوئے) سے' طریقت مراد انسان کامل کے فعل (کئے ہوئے) سے۔ حقیقت مراد انسان کامل کی دید (دیکھے ہوئے) سے۔ حقیقت الحقیقت مراد ہے انسان کامل کی بود (ہونے) سے۔ حقیقۃ الحق مراد ہے۔ انسان کامل کی بود بود (ہونے میں ہونے) سے حق عبارت ہے (مراد ہے) بود بود و بود نابود (ہونا میں ہونا نہ ہونے میں ہونا) ہے۔

شریعت و طریقت میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ بیان و تحریر کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ہزار ہا کتابیں' لکھوکھ ہا اقوال ہیں۔ اس میں گفتگو کرنا بے ضرورت بات ہے۔ ہاں ہاں جو کچھ حقیقت ہے اس کی ایک دلیل اس کا ایک ثبوت ضرور ہوتا ہے جس کو کسی مثال و نظیر سے کہنے' بات کرنے میں لے آتے ہیں وہ دیکھی ہوئی کا ایک بیان ہوتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ كما ترون القمر ليلة البدر ولا تضامون فى رويته شيئاً التمثيل بالنسبته الى الراى (جیسا کہ دیکھتے ہو تم چودہویں رات کے چاند کو کہ اس کے دیکھنے میں کوئی چیز مانع نہیں یہ مثال دیکھنے والے کی نسبت سے ہے۔ دکھنے میں آنے دکھائی دینے والے کی نہیں) آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ رائت ربى ليلة المعراج فى احسن صورة (دیکھا

marfat.com

دید کا اشارہ نہیں ہو سکتا۔ ایک بزرگ ما رائت شیئاً الا رایت اللہ قبلہ (نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز مگر دیکھا میں نے اللہ کو اس کے بعد) کہتے ہیں ہر ایک نے اپنا ایک حال کہا ہے ہر ایک کا مقصود ایک ہی ہے اور ایک ہی کا پانا ہے۔ میں نے اپنے خواجہ سے سنا ہے۔ میرے خواجہ فرماتے تھے کہ ایک رات مجھ کو اقبال خادمِ شیخ کے سامنے لے گئے اور خود باہر چل دیئے شیخ نے طاقیہ (ٹوپی) میرے سر پر رکھی۔ ہزار میخی خرقہ مجھ کو پہنایا اور فرمایا کہ جاؤ مشغول رہو بہت مشغول رہو۔ (اپنے کام میں لگے رہو۔ اچھی طرح سے اس میں ڈوب جاؤ) خواجہ کے سامنے سے دوگانہ ادا کرنے کے لئے اٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حجرہ دروازہ دیوار جہت سب شیخ ہی شیخ تھے۔ میں نہیں جانتا کہ میں کیسے باہر آیا اور عجیب تر یہ کہ جب دوسری دفعہ گیا اور نظر کیا تو سب کچھ اسی حال پر ویسا ہی تھا جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ اسی طرح تیسری دفعہ بھی ہوا۔ میں آ گیا اور بہت زیادہ مشغول ہو گیا۔ اس رات میں، میں نے جو کچھ دیکھنے کا تھا وہ سب کچھ دیکھ لیا۔ حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے قیربک کے گھر میں سماع سنا۔ گھر آنے کے بعد آپ کے ساتھ جو مرید تھے ان سے پوچھا کہ قیربک کے گھر ہم گئے۔ سماع سنے۔ لوگ ہمارے بارے میں کیا کہہ رہے تھے۔ محی الدین کاشانی نے عرض کیا کہ لوگ کچھ اچھی بات نہیں کہہ رہے تھے۔ شیخ نے فرمایا سبحان اللہ ہم پر قیربک کے گھر میں کیا ہوا اور لوگوں نے کیا کہا۔ مولانا مذکور نے عرض کیا کہ کیا محل رویت تھا۔ رویت ہوئی تھی۔ (دیدار ہوا تھا) اس کے جواب میں شیخ نے فرمایا کہ ہاں ہاں رویت نہ تھی تو پھر وہ کیا تھی۔

ابتدائے حال میں طالب کا مقصود اس کے سوا نہیں ہوتا اور اس صورت کے سوا اور کچھ دل میں نقش نہیں بناتی لیکن یاد رہے کہ یہ نگار خانہ رنگ آمیز (یہ آئینہ خوشنما بھول بھلیاں) ہے۔ عارف اس کو شرک کہتے ہیں اور یہ جو کہا کرتے ہیں دیکھنے والے کیا جانیں کہ وہ کیا تھا۔ وہی تھا یا اور کوئی چیز تھی۔ بردھا فی قلبی (اس کی ٹھنڈک میرے دل میں) کا فرمان اس وجدان (پانے) کو بخوبی ظاہر کر دیا۔ کھلا پتہ دے دیا

marfat.com

دل داند و من دانم ۔ من دانم و دل داند ۔ (دل جانتا ہے ۔ میں جانتا ہوں اور دل جانتا ہے) شکر کے چکھنے والا کسی عبارت (الفاظ) میں بھی شکر کی مٹھاس کا مزہ بیان نہیں کر سکتا ۔ یہ مزہ وہی جانتا ہے جس نے چکھا جس نے دیکھا' جانا جس نے چکھا وہ پہچانا ۔ موسیٰ علیہ السلام نے درخت اور آگ دیکھی ۔ اِنِيّ اَنَا اللّٰہ (میں ہی ہوں اللہ) کی آواز سنی ۔ تجلی کی حقیقت اور علامت اور ایک چیز کو جو نو پیدا' مادہ و مثال کے بغیر تھی جب معائنہ و مشاہدہ کر لیا تھا تو پھر ارنی انظر الیك (دکھلا مجھ کو تا کہ میں تجھ کو دیکھوں) کس بناء پر کس لئے کہا ۔ لن ترانی (مجھ کو نہیں دیکھ سکتا) کا جواب کیوں ملا ۔ جاننے پہچاننے والے ۔ دیدار کے راز اور دید کے واقف کو دیکھی ہوئی آنکھوں کو دکھاوا نہیں ہو سکتا کی تنبیہ کیوں کی گئی ۔ مجھ کو دیکھ نہیں سکتا کی جھڑکی کیوں دی گئی اس کو بھی سن لو ۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ چاہا کہ تمثل کے پردہ (مثل و مانند کی روک) کو درمیان سے (بیچ میں سے) اٹھا دیا جائے تا کہ وہ عین بعین (آنکھوں سے آنکھیں ملا کر) نظارہ کر لیں ۔ (دیکھ لیں ۔ چار آنکھ ہو جائیں) تو انہیں یہ جواب دیا گیا کہ تمہاری دیدہ وری (تیز نظری) ہماری عین کو دیکھ نہیں سکتی ۔ ہماری وجہ کی پاکی ہی ہماری وجہ (چہرہ) کو سب کی نظروں سے چھپائے ہوئے ہے ۔ ہاں یہ کہ انظر الی الجبل (دیکھ پہاڑ کی طرف) ہم اس سے پہلے کہہ چکے ہیں کہ درخت آگ کو مثال بنا کر اس کے پردے میں (پیچھے سے) عکس جمال قدسی کو ظاہر کیا گیا ۔ عکس کا عکسی مشاہدہ میں آیا ۔ اب بھی اگر اس درخت کے پردہ سے (پیچھے سے) اس کو اپنے آپ میں لے لیا جائے تو میسر ہونا ممکن ہے (ہاتھ آنے کا امکان ہے) مثال وہی تھی لیکن اس دفعہ آگ آگ نہ تھی ۔ درخت درخت نہ تھا ۔ وہ کچھ اور ہی تھا موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ تم اس کی تاب نہیں رکھتے تم رہو گے نہ پہاڑ رہے گا ۔ پھر کون دیکھے گا کس کو دیکھے گا ۔ کس کھڑکی یا دریچہ سے وہ رونما ہو گا ۔ (منہ دکھلائے گا) بشریت کا جو پہاڑ ہے اس میں ایسا کوئی محل و موقعہ نہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے یہ ممکن ہے اس پر عکس کے عکس کی تجلی ہو سکتی ہے ۔ اس پر یہ روشن و ظاہر ہو سکتا ہے ۔ کوہ ستوہ ہستی (ہستی سے دبا ہوا پہاڑ) غم و رنج کا

marfat.com

دیں گے) کا نظارہ کرنا ہوتا ہے۔ آگ کو دیکھتا ہے کہ وہ اس کے سر کی مانگ سے جلتی ہوئی پاؤں کے انگوٹھوں تک پہنچ رہی ہے لیکن واقعہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ آگ فوراً ایک ہی دفعہ روشن اور تیز ہو کر سب کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ بلکہ جیسے جیسے جلتا جاتا ہے ویسے ویسے درست ہوتا چلا جاتا ہے یہی دور ایسا ہی چکر جاری رہتا ہے۔ پورا جسم اچھا ہو جا کر پھر جل کر خاک ہو جاتا ہے۔ پھر یہی عمل از سر نو شروع ہو جاتا ہے۔ سر سے پاؤں تک پاؤں سے سر تک اسی طرح ہوتا رہتا ہے ہر ایک کا نظارہ اگر کوئی سالک کرنا چاہے تو کر سکتا ہے چنانچہ وہ تھوڑی دیر کے لئے وہاں کھڑا ہو جاتا ہے۔ ان سب مشاہدات میں ظلمات (اندھیرا) کا مشاہدہ سب سے زیادہ کٹھن ہے۔ سالک اپنے آپ سے دوزخ میں جانا نہیں چاہتا لیکن لے جانے کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کو بھی اس کے مشاہدہ میں لائے اس کو دکھلائے اس لئے اس کو زبردستی دھکے دے کر دوزخ کے اندر گرا دیتا ہے اس سے اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کو اس کی پوری اطلاع ہو جائے۔ سالک حیران و پریشان وہاں سے لوٹ آتا ہے۔ اسی طرح صراط۔ میزان۔ حساب قیامت کا میدان۔ کرسی قضا پر جلوس۔ سوال و جواب قبر کا مشاہدہ کرتا ہے۔ آسمانوں پر عروج۔ عرش مجید تک کی سیر بھی کرتا ہے لوح کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک تختی کے جیسی ہے۔ جس کے دو پرت ہوتے ہیں۔ ایک فرشتہ اس کو بغل میں لیا ہوا دکھائی دیتا ہے جس کی لمبائی عرش سے ثریٰ تک تصور کرتا ہے لیکن وہ لوح کیسی ہے اس کی حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اسی طرح قلم کہ جس میں نہ تراش ہے نہ خط نہ طول نہ عرض نہ شکل لیکن وہ ہمیشہ چلتا رہتا اور چلنے ہی میں ہے۔ ایک دروازہ دیکھتا ہے جس پر قفل لگا ہوا ہوتا ہے۔ قفل پر مہر لگی ہوئی پاتا ہے۔ ایک چوکیدار کو دروازہ پر کھڑا ہوا دیکھتا ہے۔ ایک لکڑی اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ چوکیدار نہ آدمی ہوتا ہے نہ فرشتہ۔ جو لکڑی اس کے ہاتھ میں ہے وہ نہ تو سونے کی ہے نہ چاندی کی نہ مونگے کی نہ موتی کی۔ نہ اس کو طول ہے نہ عرض۔ ایک خیمہ دیکھتا ہے۔ وہ نہ تو دیبا کا ہوتا ہے نہ حریر کا (مخمل کا ہوتا ہے نہ اطلس کا) نہ لمبا ہے نہ چوڑا نہ بنا ہوا ہے نہ سلا ہوا۔ وہ مکان بھی نہیں اس کو مکان کہا بھی نہیں جا سکتا چونکہ اس کو وہاں کھڑا

marfat.com

چکا تھا۔ لیکن بود کی اس کو خبر نہ تھی۔ دید ہی میں ٹھہرا ہوا آرام پایا ہوا تھا۔ بات یہ ہے کہ دید سے بود میں پہنچنے تک ہزاروں جنگل، میدان، وادیاں بیچ میں ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت ساری خندقیں پہاڑیاں ہیں۔ وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے، رب العزت کا پیارا چاہا ہوا ہے جو دید سے بود میں آ جائے۔ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ابو عثمان مکی رحمتہ اللہ علیہ نے بغداد کے مشائخین کے نام ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ اے مشائخان بغداد، صوفیان عراق، ہزاروں آگ کے پہاڑ، خاردار خندقوں کا پار کرنا تمہارے لئے ضروری ہے اگر یہ مراحل طے نہ کر لئے۔ پار اتر نہ گئے۔ سختیاں نہ اٹھائیں تو پھر کس کام میں ہو۔ کیا کر رہے ہو۔ جنید رحمتہ اللہ علیہ نے بغداد کے صوفیوں کو جمع کیا۔ ان کے سامنے وہ خط پڑھا۔ سب نے ایک رائے ہو کر یہ کہا کہ ان کی مراد آگ کے پہاڑ، خاردار خندق سے خدا کے راستے میں مٹ جانا ہے۔ جب تک کئی ہزار بار مٹ نہ جائیں۔ مقصود کو نہیں پہنچتے۔ جنید رحمتہ اللہ علیہ رو پڑے۔ کہنے لگے کہ ان خندقوں ان پہاڑوں میں سے میں نے ایک بھی طے نہیں کیا۔ یہ سنتے ہی حریری رحمتہ اللہ علیہ رو پڑے اور کہا کہ اے جنید تم شیخ ہو۔ تم یہ کہتے ہو کہ تم نے ایک پہاڑ ایک خندق طے نہیں کیا مسکین (بیچارہ) حریری تین قدم بھی آگے نہیں گیا۔ یہ سنتے ہی شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے نعرہ لگایا کہا کہ اے شیخ جنید تم نے ایک خندق ایک پہاڑ بھی پار نہ کیا اور شیخ حریری تین قدم بھی آگے نہیں گئے۔ مسکین شبلی وہ ہے کہ جس نے اس راستہ کی گرد و غبار تک نہ دیکھی۔ یہ بات دید سے بود یعنی دیکھنے سے ہونے تک کی ہے۔ ہاں اتنا سمجھ لو کہ "حق الحقیقت" انسان کامل کے ہونے سے مراد ہے۔ جو کسی عبارت کسی نظیر و مثال میں یا کسی کے وہم و خیال میں نہیں آ سکتا۔ اشارے کنایہ سے بھی کسی کو خبردار و ہوشیار نہیں کیا جا سکتا۔ تحریر و تقریر میں نہیں سماتا۔ بایزید رحمتہ اللہ علیہ نے "سبحانی ما اعظم شانی (میں سبحان۔ مری کیسی بڑی شان ہے)

جنید رحمتہ اللہ علیہ نے "لیس فی جبتی سوی اللّٰہ" (میرے جبہ میں اللہ کے سوائے نہیں) حسین منصور رحمتہ الہ علیہ نے "انا الحق" (میں حق ہوں) ابو

marfat.com

ہوں تیری تجھ سے) کہہ کر ذات میں ذات کے ساتھ آ گئے۔ جو کچھ نسبت (تعلق) اضافت (لگاؤ) عبارت (مراد) اشارت (منشاء) فہم (سمجھ) شعور (پانے) میں آنے سے باہر تھا وہ نہیں آ سکتا تھا۔ اس کو ماابلغ مدحتك (نہیں رسائی پاتا ہوں تیری مدح کی) اور لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علیٰ نفسك (تیری تعریف کر نہیں سکتا مگر وہی کہ جو کچھ تو نے اپنی تعریف آپ کی ہے) کہہ کر ایک حصہ سے دوسرے حصہ کے ساتھ کفاف کر گیا۔ باقی کو طرح دے گیا (اڑا گیا) یہ بھی ہوتا ہے کہ فعل سے فعل میں صفت سے صفت میں اور ذات کے ساتھ رہا کرتے ہیں۔ اس کے بعد ورالوری (پرے سے پرے) ہے اس کی حکایت نہیں کی جاسکتی۔ اس کو تحریر میں لایا نہیں جا سکتا۔ گرگانی رحمتہ اللہ علیہ کی تیزی چالاکی' سمجھ رسائی' ان کو کہنے لکھنے سنانے میں لے آئی جس کا اشارہ کلام ربانی کی شرح کرتے ہوئے کر دیا گیا۔ جس کو علمائے ربانی جانتے ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ظلمات (اندھیرے) میں ذرائع و اسباب کا پاس لحاظ کر کے بے چین و حیران سرگرداں رہ گئے۔ مطلب یہ کہ مشاہدہ و معائنہ کے بغیر صرف دلیل و سند پر راضی نہ تھے۔ ملاقات تو صرف پلک مارنے یا لحظہ بھر تک بھی نہیں ہوتی۔ دل کو ان خطرات سے کون لوٹا لائے۔ ہوا ہوس سے کون پھیر لائے۔ ہوسکتا ہے کہ ظاہر ہو جائے۔ ممکن ہے کہ عیاں ہو جائے۔

ایک ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ یہ سارے دکھ درد' جلنا' بھننا' مرنا اس کے لئے اختیار کرتا ہے۔ شوق کا دریا جوش میں آتا جاتا ہے۔ شورش طلب میں لے آتی ہے۔ امن یجیب المضطر اذا دعاہ (کون ہے جو قبول کرتا ہے تڑپتے ہوئے کی دعا کو) مقدمہ جیت گیا۔ عذرات قبول ہو گئے۔ مقصد حاصل کرنے کا علم (طریقہ) اس پر کھل گیا۔ جس کا ارشاد ادعونی استجب لکم (دعا کرو مجھ سے تاکہ میں قبول کروں تمہاری دعائیں استقبال کے لئے آتی ہے۔ فلما جن علیه اللیل (جب چھا گئی ان پر رات) سے مراد ان کی عاجزی بیچارگی کا ظاہر کرنا ہے۔ یہ ان کے ہائے وائے بیقراری تڑپ بے چینی ہے۔ راہ کوکب (دیکھنا ستارہ) سے مطلب یہ ہے کہ وہ

marfat.com

راستہ نہیں۔ اس سے بہتر امن کی جگہ ٹھہرنے کا مقام اور کوئی نہیں۔ فلما رای القمر بازغاً قال ھذا ربی (جب چاند کو دیکھا کہ وہ روشنی ہے کہا یہ میرا پروردگار ہے) دل کی گہرائیوں سے غور کے ساتھ سنو۔ بود میں اتہام بود بود تھا (ہونے میں ہونے کی تہمت تھی) اس بقیہ کے لئے کوئی نقیہ نہیں (اس بچے کھچے کا کوئی بچا کھچا نہیں) اگر ہے تو بود سے بود بود تک (ہونے سے ہونے کے ہونے تک) شہود وجود تک وجود کے وجود تک۔ اگر طلوع' افول' نزول کو سمجھ جائیں تو مطلب حاصل کرنے' مقصد پا لینے کی منزل میں آجاتے ہیں۔ بلکہ ہو جاتے ہیں۔ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مطلع ہوئے تھے۔ وہ شبلی علیہ الرحمتہ تو نہ تھے کہ شبلی کی طرح محبوب کی پناہ میں آکر کچھ کہتے۔ آپ نے لئن لم یھدنی ربی لا کونن من القوم الضالین (اگر میرا پروردگار میری راہبری نہ کرتا تو میں قوم گمراہ میں سے ہوتا) اس لئے کہ آپ پر طلوع (نکلنے) میں ہی ایک مطلع تجلی کیا (نکلنے کی جگہ دکھلائی دی) کیونکہ ہر حق کی (ہوتے کی) ایک حقیقت (ہوتاپن) ہوا کرتی ہے۔ فلما رای الشمس بازغہ قال ھذا ربی ھذا اکبر فلما افلت (جب دیکھا آفتاب چمکتا ہوا کہا یہ میرا رب ہے یہ بہت بڑا ہے جب ڈھل گیا) وہم وفہم (گمان' سمجھ) کا یہاں دخل نہیں۔ مثال ونظیر (ایسے ویسے) کی گنجائش نہیں تخیل وتمثل کے لئے گمان کا محل نہیں۔ شیطان' فرشتہ' نبی' ولی کے لئے راستہ نہیں۔ تدبیر کی جائے تو کیا کی جائے اگر کچھ تدبیر ہو سکتی ہے تو یہی کہ تقید (قید میں آجانا' پابند ہو جانا) تمکن (ٹھہر جانا ٹھکانے سے ہو جانا) اقرار (مان لینا) عجز وانکسار کیساتھ سر نیچا کئے ہوئے رہنا پڑتا ہے اور اسی پر منحصر ہونا کہ انی وجھت وجھی (میں منہ کرتا ہوں ایسے کی طرف) یہ کیا ہے یہی کہتا ہے کہ تو تو ہے۔ جیسا کہ ہے ہے۔ ہم بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور اسی قدر کہتے ہیں کہ تو ہے۔ جب تجھ کو تیری صفت سے یاد کرتے ہیں تو اس کے سوا کیا کہیں کہ فاطر السموٰت والارض (پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا) نتیجہ یہ کہ خود اس قدر ضرور جانتے ہیں کہ مشرک نہیں ہیں۔ یہی کہ دید سے بود میں آئے ہیں اور بود سے بود بود میں آکر وہاں سے بھی گزر چکے ہیں۔ صرف صرف (چھنے ہوئے

marfat.com

تیرے حبیب اس میں تیرے ساتھ) بات یہ ہے کہ حس، عقل، طبع، دل، روح کو اس دنیا کی خبر نہیں کہ وہ کیا ہے۔ اس کو کسی طرح سے بھی کوئی احساس نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر احساس کر سکتی ہے تو روح اعظم ہے جس کو ہم فیض قدیم کہتے ہیں۔ جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک لگاؤ ہے۔ اسی کے شعور کے لحاظ سے ہر ایک اپنی نسبت کی مناسبت سے قربت (نزدیکی) جنسیت (ایک قسم کے ہونا) نصیبہ (مراد) میراث (ترکہ) پاتا ہے اور محظوظ (خوش مزے لیتا) رہتا ہے۔ حتی کہ جسم اور چھونے کی قوت بھی ذوق پاتی ہے یہ بھی جان لو کہ علم الیقین (بلا کسی شک وشبہ کے جاننا) اور عین الیقین (آنکھوں سے دیکھ کر بلا کسی شک وشبہ کے جاننا) یہ علم دیکھنے کے بعد آتا ہے۔ اس لئے کہنے سننے میں بھی آتا ہے۔ وہ کیا یہی کہ ثابت کرنا۔ نفی کرنا۔ عین الیقین مراد ہے ہونے سے حق الیقین (ہو کر جاننا) ہونا ہے ہونے میں۔ اس سے آگے جو مراتب ہیں وہ کہنے سننے میں نہیں آ سکتے اس لئے اس کا اشارہ بھی نہ آیا۔ البتہ سچ وہی ہے جس کے بارے میں جو کچھ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غور وفکر کرو اللہ کی صفات میں اور غور وفکر نہ کرو اللہ کی ذات میں۔ قرآن شریف میں ہے کہ اللہ ڈراتا ہے تم کو اپنے نفس سے، یہ بھی اسی کا اشارہ ہے کہ ذات میں غور وفکر کا محل وموقع ہی نہیں۔ کسی بزرگ نے کیا اچھی بات کہی کہ مکون (دنیا کا بنانے والا) کہنے سننے میں نہیں آتا۔ کہنے سننے میں آنے کے لائق ہی نہیں اس مبتداء کو خبر پر ٹھہرا دیں تو بات سچی اور بحث مناسبت ہو جاتی ہے کیونکہ یہ حدیث شریف کے لحاظ سے بھی ٹھیک ہے کہ اذا ذکر اللّٰہ فی سکتو (جب اللہ کا ذکر آ جائے تو خاموش ہو جاؤ،

الحمد للّٰہ ربّ الغلمین تمت الرسالہ

سب تعریف اللہ ہی کے لئے، جو سارے جہاں کا پالنے والا ہے۔

ختم ہوا رسالہ

marfat.com

(آنکھوں کی روشنی (بینائی) اس کو نہیں پا سکتی وہ آنکھوں کی بینائی کو پاتا ہے) کی آیت کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لا تدرکہ الابصار ای فی الدینا (اس کو بینائی نہیں پا سکتی یعنی دنیا میں نہیں پا سکتی) جو کچھ ہم معقولات میں پڑھ چکے ہیں۔ بزرگوں سے سن چکے ہیں۔ صحائف طوالع' مطالع میں جو کچھ لکھا ہوا ہے۔ اگر ان کو یہاں لکھا جائے تو بدعت ہو جائے گی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح کے ساتھ نہیں فرمایا۔ آپ نے اس قدر ضرور خبر دی کہ قیامت میں رویت ہوگی۔ اسی طرح صحابہ تابعین' تبع تابعین رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کی۔ ہم چند معقول ضروری باتیں ایسی لکھنی چاہتے ہیں جس سے اہل ضلال (گمراہ جماعت) زیدیہ معتزلہ کا منہ بند ہو جائے۔ کیونکہ انہوں نے بہت ساروں کو راستے سے بھٹکا دیا ہے۔ فقہاء میں بھی بعض ان ہی معتقدات کے ہیں ہم ان کا نام لینا نہیں چاہتے کہ تم ان کے معتقد ہو۔ بہر حال علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دنیا میں رویت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رویت اس کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت' بڑی سرفرازی بڑا انعام ہے۔ دنیا ہیچ ناکارہ لچر پوچ چیزوں میں کی ایک چیز ہے۔ یہ بڑی اہم نعمت (یعنی رویت باری تعالیٰ) دنیا سے کوئی نسبت نہیں رکھتی۔ دنیا ایسی جو ہو تو اس میں رویت کا ہونا ممکن نہیں۔ "کتاب عوارف" جس کے مصنف شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ ہیں گروہ صوفیہ کے مرشد ہیں آپ اس میں لکھتے ہیں کہ الدنیا لمح یسیر فی الدنیا خیر کثیر (دنیا پلک جھپکنے تک ہے دنیا میں بہت نیکی ہے) خیر کثیر سے کون مانع ہے (کس کو انکار ہے) اس قدر لکھ کر ہم پھر اپنی معقول گفتگو کی طرف لوٹ آتے ہیں کہ ہمیں زیدیہ معتزلہ سے کچھ کہنا ہے۔ تم اتنا تو سمجھتے ہو گے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو آپ ہی دیکھتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی ذات کا دیکھنا اس کے لئے امر ممکن ہے۔ امر ممکن کے متعلق ہمارے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خبر دی ہے۔ آپ انبیاء علیہم السلام میں سب سے بہتر نبی علیہ السلام ہیں۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے ہم اس کے معتقد ہیں۔ اگر ہم آپ کے فرمائے ہوئے پر ایمان رکھیں اور اعتقاد نہ لائیں تو کافر ہو جائیں گے۔ ملحد بے دین بن

marfat.com

قبولنے والا) ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے فیض پایا ہوا ہے۔ مرید اپنے دل کو پیر کے دل کے محاذی (برابر، سامنے) رکھا ہوا ہے۔ وہ اس تصور کے ساتھ رکھا ہوا ہے کہ ضرور کسی نہ کسی وقت دونوں میں درست محاذ (ٹھیک سامنا، برابری) پیدا ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو عکس کہ پیر کے دل پر پڑ رہا ہے وہ جیسے کا ویسا یعنی پورے کا پورا مرید کے دل میں ظاہر ہو جائے۔ تم یہ سن چکے ہو کہ جب دیوار صاف شفاف پانی کے مقابل ہوئی تو جو کچھ پانی میں ہوا، وہی دیوار میں بھی ہوا۔ وہ جس سے محظوظ ہوا (مزے لیا) یہ بھی اسی سے محظوظ ہوئی۔ معتزلہ کا کہنا ہے کہ ''رویت'' یعنی کسی چیز کے دیکھنے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ چیز نہ بہت ہی نزدیک ہو، نہ بہت ہی دور ہو۔ انہوں نے یہ تو کہہ دیا لیکن اتنا نہ سمجھے کہ یہ صورت، یہ صفت اجسام (اجسام جسم کی جمع، جسم اس کو کہتے ہیں، جس میں لمبائی، چوڑائی، گہرائی ہو۔ اسی کو طول، عرض و عمق کہتے ہیں) سے متعلق، جسم و جسمانیت سے تعلق رکھتی ہے۔ معتزلہ[1] وہ ہیں جو کسی ایک طرف کے پورے نہیں یعنی وہ نہ تو یونانیوں ہی کے علم کا لحاظ کرتے، عقل پر چلتے ہیں نہ حکمت اسلامیہ ہی کا لحاظ کرتے ہوئے کتاب وسنت کے پابند و معتقد ہیں اس لئے انہیں ''ادھر نہ ادھر بیچ میں آدھر'' نام دیا گیا۔ انہوں نے جو کچھ رویت کے بارے میں کہا ہے اس کا بھی جواب حسب موقع دیا جائے گا۔ بعض محققین یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات میں رویت ہوئی۔ یعنی اس رات میں آپ نے اپنی آنکھوں سے خدائے تعالیٰ کو دیکھا اکثر فقہا جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کو رویت نہیں ہوئی وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی بناء پر ہے کہ من قال ان محمد قد رای ربه ليلة المعراج فقد كذب علىٰ رسول الله (جس نے یہ کہا کہ محمد نے اپنے رب کو معراج کی رات میں دیکھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کیا (جھوٹ کا طومار باندھا، بہتان باندھا) کہتے اور سند لیتے ہیں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ

---

[1] معتزلہ کو مخانیث الحکماء کہتے ہیں۔ مخنث کی جمع مخانیث۔ اصل فارسی جس کا مترجم قدس اللہ سرہٗ نے ترجمہ کرنے میں ادبا تامل فرمایا۔ وہ یہ ہے: ''این معتزلہ کہ ایشان را مخانیث الحکماء گویند براہیب یونانیاں یونانیاں بر عقل صرف میروند ونہ بر تقلید کتاب وسنت ہر آئینہ مخانیث باشد''

marfat.com

للاسلام فهو علی نور من ربه (جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے اسلام کے لئے وہ ہے اللہ کے نور پر آیا تو سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن شرح الصدر المذکور فی القرآن ما هو فقال علیه السلام نور یقذف فی القلب فقیل وما امارت ذٰلك النور یا رسول اللّٰہ قال التجا فی عن دارالغرود والانابة الی دارالخلودوا لا ستعداد للموت قبل نزوله ۔یعنی جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ وہ نور کیا ہے اس کا آپ نے یہ جواب دیا کہ وہ ایک نور ہے جو دل میں روشن ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ وہ نور کیا ہے آپ نے جواب دیا کہ غرور کے گھر سے نکل جانا (فریب دھوکہ کی جگہ سے باہر آنا) ہمیشہ کے گھر میں آجانا۔ موت کے آنے سے پہلے موت کی استعداد کا پیدا کر لینا ہے۔ حضرت ابو القاسم قشیری رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ النور الذی من قبل سبحانه تعالیٰ نور اللوائح ببیان الفهم ثم نور الطوالع بزواید الیقین ثم نور المکاشفه بتجلی الصفات ثم نور المشاهدة بظهور الصفات ثم انوار الصمدیة فعند ذلك لا قرب والا بعد ولا فقد ولا وجد و لا فصل ولا وصل بل هو اللّٰہ الواحد القهاد ۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ کا وہ نور نور لوائح ہے علوم کے روشن ہونے سے پھر نور لوامع ہے بیان فہم سے پھر نور طوالع ہے۔ یقین کے زیادہ ہونے سے۔ پھر نور صمدیت ہے جہاں نہ نزدیکی ہے نہ دوری نہ گم ہوتا ہے نہ پانا۔ نہ ملنا ہے نہ جدا ہونا بلکہ وہی وہ اللہ ایک ہی ایک ہے ضابطہ ہے۔

مسکین محمد حسینی تم کہاں پہنچ گئے۔ یہ وہ دریا ہے جس کی تہہ نہیں ملتی جس کا کوئی کنارہ دکھائی نہیں دیتا۔ بیکار کیوں ہاتھ پاؤں مار رہے ہو تم کسی راستہ جانے ہوئے کو ساتھ نہیں رکھتے۔ تمہارا کوئی محرم ہے اور نہ مونس کوئی ساتھی تم جیسا کام کرنے والا تمہارے ساتھ نہیں۔ اقطع لسانك واکتف بیانك اس لئے زبان روک لو۔ کہنا بس کردو۔ هیهات هیهات امض علی رسلك تمہارے لئے صرف ڈھاریں مار کر رونا

marfat.com

ہوا پایا۔ گمان کرلیا کہ یہ لعل بدخشاں ہے بڑی قدر و منزلت سے اس کو اٹھا لیا بغل میں داب کر جوہری کے پاس آیا۔ اس سے کہا کہ میں نے ایک نادر چیز پائی ہے۔ تنہائی کرا دو۔ تخلیہ کرا دو تا کہ تم کو بتلا دوں۔ اس نے سب کو ہٹا دیا جب تخلیہ ہو گیا مقام خالی ہو گیا تو وہ شخص سرخ پتھر نہایت احتیاط کے ساتھ نکال کر بڑے اعزاز و اکرام اور بڑی اہمیت کے ساتھ اس کو بتلایا۔ جوہری کو اس شخص کی سمجھ پر افسوس ہوا کہ اس نے پتھر کو لعل سمجھ لیا۔ یہ روندے جانے کے سوائے کسی کام کا نہیں۔ اس سے یہ کہنے کے بجائے کہ یہ پتھر ہے یہ کہا کہ اس کو اس وقت تک محفوظ کر رکھتا ہوں کہ کوئی خریدار آ جائے۔ مناسب قیمت دینے پر آمادہ ہو جائے۔ اس کے سامنے نہایت احتیاط کے ساتھ اس کو ایک صندوق میں رکھ کر تالہ لگا دیا۔ لانے والے کی چٹھی اس پر لگا دی۔ اچھی طرح سے مہر توڑا کر کے اس کو ایک تجوری میں رکھ دیا اور اس کو اپنی صحبت میں رکھا۔ آبگینوں، جوہروں (جوہرات) کی پہچان سکھانی شروع کی۔ رفتہ رفتہ جب وہ جوہر کا اچھا پراک پرکھنے والا ہو گیا تو ایک دن جوہری نے اس سے کہا کہ بادشاہ کو ایک لعل کی ضرورت ہے۔ آؤ تمہارا لعل جو بہت حفاظت سے رکھا ہوا ہے نکال لیں۔ قیمت ٹھہرائیں۔ صندوق لایا گیا۔ مہر توڑا دکھلا کر اس سے کہا کہ اپنی چٹھی کو پہچان لو کہ وہ اسی طرح ہے یا نہیں۔ اس نے دیکھ بھال کر تالا کھولا۔ وہ رکھا ہوا پتھر جس کو جوہر سمجھتا تھا، ہاتھ میں لے کر دیکھا تو اس کو کسی قیمت کا نہ پایا۔ تو کہا کہ یہ پتھر ہے کسی قیمت کا نہیں۔ جوہری سے کہا کہ آپ نے اسی روز یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ پتھر ہے۔ مجھ کو سیدھا سادہ جواب نہ دے دیا۔ جوہری نے جواب دیا کہ مجھ کو تم پر شفقت آئی میں نے تم کو جوہر پہچاننے کا طریقہ سکھایا تا کہ تم خود پہچان سکو کہ یہ کیا ہے جب تک خود کسی چیز کو نہ جانیں وہ کوئی قیمت نہیں رکھتی۔

اے عزیز! جو راز کا راز ہو۔ جس کو سرالسر کہتے ہیں ہر کوئی اس کا محرم (جاننے والا) نہیں ہوتا۔

عشق بازی نہ کار ہر بشر است　　　عشق بازندہ مرد پختہ تر است

الکعبۃ (کعبہ کے پروردگار کی قسم کہ تم مومن ہو) تو وہ عرض کرتے کہ پھر یہ کیا بات ہے کہ وہ ہمارے دروازوں پر آ کر ایمان لانے کے لئے کہتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ ان کی مراد ایمان سے اور ہی ایمان ہے۔ وہ کیا ایمان ہے کیسا ایمان ہے کیا معنی رکھتا ہے کچھ نہ فرمایا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایمان کے مراتب و درجات ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ما فضل ابی بکر بکثرۃ الصلوٰۃ والصوم ولکن شئی و قرنی قلبہ (ابوبکر میں نماز روزہ کی بہتات اور کثرت سے کرنے سے بزرگی نہیں آئی بلکہ ایک چیز ہے جو قرار دی قریب کر دی مجھ کو ان کے دل سے) حارث رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے حارث تم نے کس طرح صبح کی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے سچے مومن کی طرح صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سوچ لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ اے حارث تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ راتوں میں جاگا۔ دن میں روزہ رکھا' اب میں اپنے پروردگار کے تخت کو دیکھ رہا ہوں۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''بہت خوب۔'' اسی پر ثابت رہو اسی کو لازم کر لو۔ تم نے یہ بہت بہتر کام کیا۔ اسی کو کرتے رہو۔ اس سوال و جواب کے متعلق ہر مشائخ نے کچھ نہ کچھ کہا ہے۔ شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسکین حارث رضی اللہ عنہ کی نظر عرش سے آگے نہ گئی۔ شیخ روز بہان شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں اے حارث رضی اللہ عنہ سلوک میں ثابت قدم رہ اسی سلوک پر رہ اسی کو لازم کر لے تا آنکہ تو اپنے مقصود کو پہنچ جائے۔ محمد یوسف حسینی کا کہنا یہ ہے کہ حارث رضی اللہ عنہ نے ادب ملحوظ رکھا۔ ''دیکھ رہا ہوں اپنے رب کو۔'' نہ کہا لیکن ان کی مراد یہی تھی۔ لوگوں کی رسم و عادت یہی ہے اور وہ یوں بھی کہا کرتے ہیں کہ تخت کے سامنے ایسا ہوا۔ یہ نہیں کہتے کہ بادشاہ کے سامنے ایسا ہوا لیکن ان کی مراد بادشاہ ہی سے ہوتی ہے۔ چنانچہ لوگ یوں بھی کہتے ہیں۔ سواری آ گئی ماہی مراتب آ گئے اس سے ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بادشاہ آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com

سانپ ڈسنے والا ایک ایسا بھی ہوتا ہے جس کو نہ تو شیر پھاڑ سکتا ہے نہ سانپ ڈستا ہے ایسی چیزیں ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ سے بہت ہوئی ہیں جن کا مذکور سلوک کی کتابوں میں موجود ہے۔

میرے خواجہ قدس سرہ قاضی بالمی سے جو بڑے بزرگ خدمت شیخ کے مرید تھے فرمایا کہ جیسے ہی تم آ کر بیٹھے خضر علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک مرید سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہمیشہ پابندی کے ساتھ صلوٰۃ الخضر پڑھتا رہتا ہے اس کی خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ انہوں نے چار روز صلوٰۃ الخضر پڑھی خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ کرامت اولیاء کی حکایات کا بیان کروں۔ بہت ہیں۔ یہ رسالہ اس قابل ہی نہیں۔ ابدال' اوتاد۔ سیر وطیر میں ہوتے۔ سیر وطیر کیا کرتے ہیں۔ کرامتیں رکھتے ہیں دکھایا کرتے ہیں۔ میں ان کو دیکھ چکا ہوں دیکھو ہرگز اولیاء کی کرامت کا انکار نہ کرو۔ اولیاء اللہ کی کرامت سے انکار کرنا باری تعالیٰ سبحانہ کی قدرت سے انکار کرنے کے برابر ہے۔

ایک اہم بات وہ ہے جس میں صوفیاء کا آپس میں اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ کیا ولی یہ جانتا ہے کہ میں ولی ہوں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ ایک وہ بھی ہوتا ہے جو یہ نہیں جانتا کہ وہ ولی ہے۔ اگر وہ جان لے تو شاید اس کے لئے عجب (تکبر) خود بینی وغرور کی وجہ ہو جائے۔ جس کی وجہ سے وہ مردود ہو جائے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ وہ ولی ہے جو صالح' عبادت گزار اور بے ہودہ خواہشات پریشان خیالی سے بالکلیہ باہر آ گیا ہو۔ با ایمان ہو۔ ایمان کے ساتھ ایمان پر چلتا ہو۔ کل قیامت میں اس کو اولیاء کا مرتبہ دیا جائے گا۔ بہ خلاف اس کے وہ ولی کہ جس کو ایک ولایت دی جاتی ہے اور اس ولایت کے کاروبار اس کے ہاتھ میں دیئے جاتے ہیں وہ اس قابل ہوتا ہے کہ وہ یہ جانے کہ میں ولی ہوں۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کے نقش میں انا ولی اللہ (میں اللہ کا ولی ہوں) تھا۔ علی سجاد زین العابدین رضی اللہ عنہ بارہ اماموں میں سے ہیں جنہیں معصوم کہتے ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ مسافرت

marfat.com

کے کرنے کو اس نے خود پیدا کیا جب خود پیدا کیا تو پھر ثواب و عذاب کیوں کرتا ہے۔
اس کا جواب محققین یہ دیتے ہیں کہ جس کو دوزخ کے لئے پیدا کیا اسی کے مظہر میں دوزخ والوں کے افعال پیدا کیا اسی طرح جس کو جنت کے لئے پیدا کیا اس کے مظہر میں جنت والوں کے افعال پیدا کیا۔ ہم ایک بات لکھتے ہیں کہ اگر تم غور و فکر کے ساتھ سوچو گے تو یہ مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ مصابیح میں لکھا ہے کہ موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ آپ نے گیہوں کا ایک دانہ کھا کر سب کو جنت سے باہر کر دیا۔ اس کا جواب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دیا کہ تم توریت پڑھ چکے ہو۔ جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مجھ کو پیدا کرنے سے کتنے سال پہلے اس نے یہ لکھ دیا تھا کہ قصوروار ہوا آدم اور اپنے رب سے بہک گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ چار ہزار سال پہلے یہ لکھ دیا تھا۔ اس کے جواب میں آدم علیہ السلام نے کہا۔ تم مجھ کو ایسے کام کرنے پر ملامت کر رہے ہو۔ جو میرے پیدا ہونے کے چار ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے تقدیر کر دیا تھا۔ کیا مجھ سے ہو سکتا تھا جو تقدیر اس نے کی تھی اس کے سوائے اور کچھ کرتا۔ اس طرح آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو لاجواب کر دیا اور غالب آ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا انتبرع بالعمل نتکل علی ما قدر فما فقال لا وکل میسر لما خاق له فقراء وما من اعطی واتقیٰ و صدق بالحسنیٰ (نوافل کے ادا کرنے میں لگ جا اور بھروسہ کر اس پر جو تقدیر میں ہے تو کہا نہیں۔ جس کام کے لئے جو کوئی بنایا جاتا ہے وہ کام اسی کے ہاتھ آتا ہے اور یہ آیت پڑھی وَامّا مَنۡ اَعۡطیٰ وَاتَّقیٰ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنیٰ۔ (جو دیا۔ پرہیزگاری کیا اور سچا کیا نیکی کو یعنی سچ کر دکھایا نیکی) جو کچھ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں اس سے یہ دونوں آیتیں ٹھیک و مطابق ہو جاتی ہیں۔ ایک ناسمجھ نے مجھ سے کہا جب بات ایسی ہے تو اچھے کام کرنے اور برے نہ کرنے کا حکم اور سب باتیں بیکار ہوئیں۔ جب کہ سب کچھ پروردگار کی ٹھہرائی ہوئی سے ہوتا ہے تو پھر بات کیا رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ هل یرد الدواء للقضاء فقال لا ذالك من تقدیر الله (کیا

marfat.com

معلوم ہوگا۔ یہ ثابت ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا پیدا کرنے والا ہے اور ان کی ذاتوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ کرنے کا حکم نہ کرنے کی منع بیکار نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا نہیں دیکھتا انسان کہ ہم نے اس کو ایک قطرہ سے پیدا کیا اس کے باوجود وہ کھلا جھگڑالو دشمن ہے۔ عجیب کام ہے۔ عجیب بات ہے کہ خود پیدا کیا اور خود اس کو جھگڑالو دشمن قرار دے کر اس سے کہتا سنتا ہے۔

اے عزیز یہ انتہائی نازک مسئلہ اور قابل غور بات ہے۔ ہماری تمہاری سمجھ یہاں تک پہنچ نہیں سکتی پہنچ جائے تو کیا کہنا۔

سبحان خالقیکہ صفاتش زکبریا در خاک عجز میفگند عقل انبیاء

(پاک پیدا کرنے والا اس کی کبریائی کے صفات سے انبیاء علیہم السلام کی عقلوں کو انتہائی عجز میں لا ڈالتی ہے)

گر صد ہزار قرن ہمہ خلق کائنات فکرت کنند در صفت عزت خدا

(اگر لاکھوں سال ساری مخلوق تیری صفت و عزت میں اے خدا فکر کرے)

آخر بعجز معترف آیند اے الہ دانستہ شد کہ ہیچ نا دانستہ ایم ما

(آخرش عاجز آ کر مان لیں گے کہ اے اللہ ہم یہ سمجھ گئے کہ ہم نے جو کچھ سمجھا وہ کچھ بھی نہ سمجھا)

کئی سال سے ہم یہ شعر پڑھا کرتے ہیں۔

عجبے نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم

(یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ دوست کا طالب پریشان رہے تعجب تو یہ ہے کہ میں ملا ہوا پریشان ہوں)

تم کلام اللہ، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھ چکے ہو۔ مفسرین سے متشابہات کے متعلق سن چکے ہو کہ ان کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ خدا اور اس کے رسول میں یہ ایک راز ہے۔ علمائے ظاہر یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جو متشابہات ہیں وہ قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھلیں گے۔ یہ صحیح نہیں یہ حقیقت نہیں۔ آپ پر سب کھلے ہوئے تھے۔ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ذات اقدس ہیں میں اس کو بیان کر سکتا ہوں۔ لیکن کیا کیا جائے کہ پروردگار کے راز کا کھولنا کفر ہے۔ اس سے مطلع ہونے کے 'اس کا کھل کر بیان کر دینا کفر

marfat.com

نماز فجر کے بعد تمہارا منہ دیکھے گا وہ اس سے نصیبہ پائے گا۔ میں نبی تھا۔ پہلے دن میں نے چہرہ دکھلایا۔ علی میرے متبع تھے وہ میرے بعد آئے۔

تو او نشوی ولیکن او جهد کنی جائے برسی کز توی بر خیزد

(تو وہ نہیں ہوتا لیکن اگر کوشش کرے تو کسی جگہ (ایسے مرتبہ) میں پہنچ جائے گا کہ تجھ سے تیرا تو پن اٹھ جائے)

اس حکایت کو میں نے مجمع الابدال میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ روایت کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ پر حملہ کی تیاری کر چکے تھے۔ حاتم بلیع رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ خط ایک عورت کے حوالے کر کے اس سے کہا کہ جلد جا اور مکہ میں یہ میرا خط پہنچا دے۔ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس کی خبر دی آپ نے ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما کو اس کے پیچھے دوڑایا۔ انہوں نے جا کر اس عورت کی تلاشی لی وہ خط انہیں نہیں ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ آپ نے اس عورت کو جھڑ کا تھوڑ لہ کیا اور کہا کہ خدا اور رسول جھوٹ نہیں کہتے۔ اے عورت خدا کی قسم وہ کاغذ دیدے ورنہ تو اپنے کیے کو پہنچ جائے گی تو اس عورت نے اپنے چونڈے میں سے وہ کاغذ نکال کر دے دیا۔ وہ کاغذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ مجھ کو اجازت دے دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مرد جنگ بدر لڑ چکا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ نے فرمایا کہ اہل بدر سے مطلع ہو گیا اور کہا کہ تم جو چاہو کرو۔ اللہ نے تم کو بخش دیا۔ اے عمر خدائے تعالیٰ اہل بدر پر فضل و رحمت کے ساتھ پیش آیا اور عام معافی دے دی کہ تم جو چاہو کرو۔

ایک شخص شیخ الاسلام خواجہ شیخ نظام الدین محمد احمد بدایونی قدس سرہ کے پاس حاضر ہو کر رونے لگا۔ آپ نے اس سے رونے کا سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ میرا باپ تھا۔ پریشان حال تھا۔ وہ مر گیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہوا شیخ نے پوچھا کہ وہ کبھی ہمارے پاس آیا تھا۔ عرض کیا نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا اس نے ہم کو دیکھا

marfat.com

پکے ہیں علم میں۔'' پورا جملہ ہے واو عطف کی ہے۔ یقولون اٰمنا کل من عند ربنا۔ کہتے ہیں کہ (یہ ہمارا ایمان ہے کہ سب کچھ اللہ کے پاس سے ہے) انہیں یہ معنی مجاہدہ سے ہاتھ آئے ہیں۔ بعضوں نے یہ کہا کہ پکا وہ ہے جس پر مراد کا محل و موقعہ کھل گیا اور گفتگو اس بارہ میں آ گئی ہو۔ یعنی خداوند تعالیٰ سبحانہ انہیں ان کی مراد طرز بیان کا منشاء حال کی اطلاع نصیب کرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ حضرات والراسخون کو عطف کہتے ہیں۔ واسطی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں پکے وہ ہیں جو پکے ہو گئے ہیں۔ اپنی ارواح کے ساتھ غیب کے غیب میں راز کے راز میں۔ جانا اس کو اپنے عرفان سے' غوطہ لگایا علم کے سمندر میں زیادہ کی طلب کی سمجھ کے ساتھ' پس کھلا ان پر ہر گروہ کا مرتبہ جو گروہ کے تحت میں ہے۔ ہر گروہ کا ایک کلام ہے ہوتا ہے جو عجیب سے زیادہ عجیب ہوا کرتا ہے۔ گفتگو مخاطبت کی ندرت جو کہی گئی وہ اس لئے کہ انہوں نے حروف کے طبائع و خواص و حقائق بیان کئے ہیں اگر اس کو اس رسالہ میں لکھوں تو لوگوں کے لئے اس کا سمجھنا مشکل ہو جائے گا۔ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جو علم آیا ہے اس کو ''جفر حافیہ'' کہتے ہیں اور ابو ولید سینا سے جو آیا ہے اس کو علم جفر کہتے ہیں اس سے آگے جو کچھ ہے وہ اسرار کے کھولنے کی قسم کی گفتگو ہے۔ اس لئے زبان روک لے بزرگوں کو مان لے۔ یہ مثالیں نہایت مناسب ہیں حکمت کے ساتھ گفتگو کرو کہ عالم احدیت (عالم یکتائی) میں جن کی روحیں اڑتی' سیر کرتی رہتی ہیں وہ جو کچھ بھی یکتائی کی تصویر و سایہ سے اطلاع پاتے ہیں اس کو غیب الغیب کہتے ہیں۔ راز کا راز نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غیب الغیب ہے اس کے خطاب سے اطلاع پانا اطلاع غیب ہے۔ اس کا حکم بھی غیب الغیب ہی سے ہے۔ راز کا راز ہے' ان سب کو اسی دائرہ کے نقطہ میں لے آ۔ دائرہ میں بند کر دے۔ اللہ تعالیٰ جان گیا ان کو اور جانتا ہے ان کو۔ خدائے تعالیٰ نے انہیں پہچان لیا۔ خود سے ان کو شناسا کیا انہیں اس کی سمجھ دی۔ نادر اور کمیاب لاجواب سمجھ انبیاء مرسل علیہم السلام اولیاء خاص رحمہم اللہ علیہم کو اس نے عطا کی۔ ان کے سوائے کسی کو یہ سمجھ نہ دی۔ اس کے کلام کو اچھی طرح سمجھنے کی نعمت سے سرفراز کیا تو وہ اس دولت کو جس کی

marfat.com

کیا کرتا تھا۔ ابتداء سے انتہا کو پہنچنے تک وہی کرتا رہا ہے' کر رہا ہے اسی کا پابند رہ کر' اسی کی ملازمت یعنی بجا آوری کرتے کرتے انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ یہ توجیہہ مناسب تو ہے لیکن رجوع کے معنی اس کا مطلب کیا ہوا۔ شاید یہ ہو کہ جب پہلے کام پر مستقیم مستدیم (مضبوطی کے ساتھ قائم ہمیشہ استوار) رہا تو یہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ رجوع ہو جانا۔ ایک بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ پہلے جو کام کیا کرتا تھا وہ اس کام کو اس لئے نہیں چھوڑ دیتا کہ اس کے سامنے اور کام آ گیا ہے۔ بلکہ اس میں ہوتے ہوئے بھی ابتداء سے جو کام کرتا آ رہا ہے اس کو چھوڑ نہیں دیتا۔ اسی پر قائم برقرار استقامت کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ سمجھ لو کہ وہ ابتدا سے رجوع ہو گیا۔ اس کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جب سلوک شروع کیا تھا۔ ہوس۔ آرزو۔ خواہشیں جو کچھ اس کے نفس میں تھے۔ ان سب کو اس نے نکال باہر کیا تھا کیونکہ جو کوئی سلوک میں آ جاتا ہے۔ اس کو لازماً ان سب کو نکال دینا' باہر کر دینا پڑتا ہے۔ جب انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو از روئے ظاہر اس طرف لوٹ جاتا ہے۔ یہ کہنے سے مقصد یہ ہے کہ ابتدائے حال میں یعنی سلوک شروع کرنے سے پہلے جو مقصد سر (راز) اس کے سر میں تھا یا جو مقصد اس کے منشا میں اس کے اندر تھا۔ وہ جب انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو وہی پھر سر اٹھاتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے سرداروں کے سر میں سروری ہو۔ اگر کسی میں ابتدائی زمانے میں عورتوں اور باندیوں کی ہوس ہو تو وہ آخر حال میں اسی طرف رجوع ہو جایا کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچیس سال کے ہو جانے کے بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ جب تک خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں کوئی عورت یا باندی آپ کے پاس نہ تھی۔ جب عزت و قربت کی دولت کو پہنچ گئے تو آپ کے پاس نو بیبیاں تھیں۔ روایت کرتے ہیں کہ آپ ایک رات میں نو دفعہ ہر حرم کے ساتھ رہے۔ یعنی آپ کا حرم کے ساتھ رہنا اکیاسی مرتبہ ہوا۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کے حق میں یہ فرمایا کہ ''جو عورت بھی آپ کے نکاح میں خود کو بلا تعین مہر دیدے وہ آپ کے لئے روا و جائز ہے۔'' یہ صرف آپ ہی کے لئے ہے۔ یہ اسی کا ایک بیان ہے آپ ابتدائے حال میں یک سُو گوشہ نشین تھے جب آپ کمال کو پہنچ گئے تو یہ اختیار

marfat.com

حالت مَا رَائتَ شَیْئاً اِلّا وَرَائتَ اللّٰہ فیہ (نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز مگر دیکھا میں نے اللہ اس میں) مَا رائت شیئاً (نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز)) سالبہ کلی (وہ جملہ ہے جس میں کل کی نفی ہے)۔ الا ورایت اللّٰہ فیہ (مگر دیکھا میں نے اللہ کو اس میں) موجبۂ کلی (وہ جملہ ہے جس میں کل کا اثبات ہے۔) ایک معنی اس قول کے یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ انسان کے وجود کی ابتداء اس کی پہلی ولادت (پہلا پیدا ہونا) ہے۔ جب تک کوئی بالغ نہیں ہوتا وہ شرح کے احکام کا مکلف نہیں ہوتا۔ اس پر شرع کی تکلیف نہیں اس پر احکام شرع جاری نہیں ہوتے۔ وہ مرفوع القلم (مستثنٰی ہے۔ کسی حکم کا تابع نہیں معافی میں ہے) اسی طرح جب سالک احوال و مقامات کی انتہا کو پہنچتا ہے تو وہ بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ بظاہر اس سے تکالیف (پابندیاں) اٹھ جاتی ہیں۔ جیسا کہ وہ ابتدائی حال میں تھا ظاہراً پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں سقطت عنہ کلفت التکالیف (اس سے اوامر و نواہی کی بجا آوری اٹھ گئی) اس سے یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ اعمل ماشئت فانک معفو (کرو جو تم چاہو کیونکہ تم بخش دیئے گئے ہو) اس کا لحاظ کرتے ہوئے اور مسئلہ شرع میں بھی اس معنی کرتے جب کہ وہ نہ رہا تو مکلف بھی نہ رہا وہ اس جیسا ہو جاتا ہے کہ جس سے تکالیف شرع اٹھ گئے۔ یعنی وہ غیر مکلف ہو جاتا ہے' یہ بہت ہی نازک مسئلہ باریک بات ہے۔ ہر ایک کے بس کی نہیں۔ ہر ایک کے ساتھ یہ بات نہیں ہوتی نہ کیا کرتے ہیں۔ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ جھوٹے دعویدار' نفس کے کہنے پر چلنے والے سے متعلق نہیں کہ یہ بیہودہ بکواس کرتے ہیں۔ جو جی میں آیا کہتے اور کرتے ہیں۔ اس حال و مقام سے وہ بے فیض ہی نہیں بلکہ محروم ہوتے ہوئے (یعنی محروم ہونے کے باوجود) ایسے حضرات کی برابری کرتے ہیں۔ جھوٹے ہیں' جھوٹ کہتے نفس کی پھیر میں ہیں۔ نعوذ باللّٰہ من شرھم (پناہ چاہتا ہوں میں پناہ میں آتا ہوں اللہ کی ان کے شر' یعنی برائی بدی کرنے اور پہنچانے سے) چنانچہ فرماتے ہیں کہ جو ایسا دعویٰ کرے اس پر عمل کرے۔ ایسے کا مار ڈالنا سو ۱۰۰ کافروں کے مار ڈالنے سے بہت بہتر ہے۔ یہ وہ ہے جس کو اپنے نفس یا اپنے مال کا امین (امانت سے

marfat.com

وسمجھ کے لڑانے کا ہے۔ایک معنی یہ بھی ہیں کہ سالک سلوک میں آ جاتا ہے ہر نفس و ہر دم (ہر سانس ہر لمحہ) میں یہ جانتا ہے کہ ایک عالم سے (ایک مرتبہ و حال سے) دوسرے عالم میں ایک جہان (کیفیت) سے دوسرے جہان (حالت) میں جا رہا ہوں۔ جب اس کا کام انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو خود کو وہیں پاتا ہے۔ جہاں کہ وہ ابتدائی کام میں تھا اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ کولھو کا بیل۔ وہ چلتا رہتا ہے۔ سوچتا جاتا ہے کہ اتنے میل چلا ہوں گا۔ جب اس کی اندھیری (آنکھوں پر کی پٹی) کھولی جاتی ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ وہ اسی جگہ ہے جہاں کہ وہ تھا، وہیں وہ اپنے آپ کو کھڑا ہوا پاتا ہے۔

ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ایک وہ ہوتا ہے جس پر تجلیات پے در پے (ایک کے بعد ایک مسلسل) ہوتی رہتی ہیں۔ ایک گھڑی کی بھی اس کو مہلت و فرصت نہیں ملتی۔ آخرش یہ کہ وہ جان لیتا ہے کہ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس لحاظ سے اور اس بناء پر وہ مطلق و مقید کا قائل ہو کر اجمال و تفصیل میں آ جاتا۔ جُزی کُلّی کہنے لگ جاتا ہے۔ کلی طبعی کی مثال ایسی ہے جس کا خارج میں کوئی وجود پایا نہیں جاتا ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ جزئیات کے ضمن میں موجود پائی جاتی اور ہوتی ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ قاضی عین القضاۃ ہمدانی رحمتہ اللہ علیہم اور ان کے متبعین اور حکمائے یونانیہ سب کے سب اسی میں رہا کئے اور رہ گئے۔ مرشد محقق متابع سنت رسول اللہ تابع نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایسے کے پلو میں پڑ جائے تو اس کو وہاں پہنچا دیتا ہے کہ وہ ایک کے سوائے نہیں دیکھتا۔ دوبارہ وجودات پر اس کی نظر نہیں پڑتی۔ ان کو تو دیکھتا ہے نہ جانتا ہے۔ نہ پہچانتا ہے۔ اس مرتبہ میں سچائی حق و حقانیت کے ساتھ هُوَ هُوَ لَا هُوَ اِلَّا هُوْ (وہ وہ ہے نہیں وہ مگر وہ) عرفائے زمانہ انتہا کو پہنچے ہوئے (احرار آزاد اور مشائخ، محمد حسینی کے افکار پر غور کرو۔ باریکی کے ساتھ نظر ڈالو۔ سمجھو کہ اس نے کیا کہا ہے۔ ہمارے اس کہے ہوئے کو جو صدق مقال (سچی بات) ہے باور نہیں کرتے تو قیامت میں ان کا ہاتھ اور میرا دامن ہوگا۔

marfat.com

نیک کاموں میں رہنے سے دل میں صفائی۔ نور۔ جلوہ کا عکس و سایہ۔ چمک دمک آ جانے سے ملکوتی لاہوتی وجودات کے عکس و پرتو کا جب دل عکس پذیر ہو جاتا ہے تو وہ اثر اس کے اطراف و جوانب ہی کا ہوتا ہے۔ جو اس کی اصل میں پہنچتا ہے۔ اگر زبان سے جھوٹ کہے۔ (زبان کو جھوٹ کہنے کی عادی بنا دے) کفر بکے۔ کلمہ شرک زبان پر لائے کسی نامشروع (شرع میں جو جائز نہ ہو) کی طرف ہاتھ بڑھا ڈالے۔ چوری کرے۔ کسی کا مال زبردستی چھین لے۔ ناحق کسی کا مال ہڑپ کر لے۔ کسی پر بلا وجہ شرعی ہاتھ چلائے' زنا میں مبتلا ہو جائے۔ لونڈے بازی کرے۔ پیدل جا کر کسی بت کی پوجا کرے۔ شراب پینے چوری برے کام کرنے کے لئے نکلے۔ اسی طرح کی ساری باتیں برائیاں چھوٹے بڑے گناہ جو ہاتھ پاؤں آنکھ وغیرہ سے سرزد ہوتے ہیں۔ ان کا کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ درخت کی جڑ میں جلتی ہوئی آگ یا ایسی راکھ ڈالیں جس میں جلتی ہوئی چنگاڑیاں ہوں۔ ہم کہہ چکے ہیں یہ اطراف انسان یعنی اس کے اعضاء و جوارح ایسے ہی ہیں جیسے کہ درخت کے لئے جڑ ہوتی ہے۔ برے عمل ناجائز حرکات سے تاریکی (اندھیری) کدورت (گندلاہٹ) غفلت (بھول) دل پر آنے لگتی ہے۔ جب یہ چھا جاتی ہے تو دل کالا ہوتے ہوتے توے کی طرح ہو جاتا ہے۔ اللہ کی پناہ۔ یہاں یہ خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ عاقبت کیسی ہو گی۔ یہ صورت کس حالت تک لے جائے گی۔ دیکھو ہوشیار ہو جاؤ۔ ذرا سوچو۔ ایسی باتوں سے بچے رہو۔ ایسی چیزوں کو دل میں جگہ نہ دو۔ نافرمانی نہ کرو۔ دل کو خراب و تباہ نہ ہونے دو۔ یہ سچ ہے کہ مومن۔ فسق (برائی۔ نافرمانی کرنے) سے کافر نہیں ہوتا۔ ایمان باقی رہتا ہے۔ ہاں ہاں بات وہی ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ ہم جو کہہ آئے ہیں اس پر بھی تو غور کر لو۔ کہ ہم کیا کہہ گئے۔ یاد رکھو درخت کے پانی نہ دیا جائے تو اس کے پتے ڈالیاں جڑ سوکھنے لگتی ہیں تھوڑے عرصہ کے بعد درخت بھی سوکھ جاتا ہے دوبارہ اس کا ہرا ہونا۔ اس میں تازگی آنے کا امکان (موقعہ) کم ہوتا ہے۔ فاسق کے لئے دو جہت ہوتی ہیں۔ ایک کفر کی۔ ایک ایمان کی۔ اگر ان کو دو دائرے تصور کر لیں ایک کا نام ایمان۔ دوسرے کا نام کفر ہوا۔ ایمان کا جو دائرہ ہے۔

marfat.com

سایہ بھی نہیں۔ جب آفتاب و سایہ دونوں بھی نہ ہوں نہ پائے جائیں تو لازماً ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ کی طرح دوری، جدائی۔ بے طاقتی۔ نارسائی کا رونا۔ رونا پڑتا ہے۔ ہر ایک اپنے وقت کے لحاظ سے اس کی مناسبت سے چلا اٹھتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ "وہ ہے تو میں نہیں۔" "میں ہوں تو وہ نہیں۔" ہائے رے ہائے۔ سنائی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تعریف اپنی خوبی آپ بیان کر رہے ہیں ان کی اس اپنی آپ بڑائی میں ان کی خودنمائی خودنما ہو رہی ہے۔

بے ملست او تا سنائی بامن است　　با سنائی زین قبل در ماندہ ام

(بے میرے وہ ہے جب تک سنائی میرے ساتھ ہے　　سنائی سے اس طرح میں عاجز آ گیا ہوں)

یہ سب کچھ کہنے کا مطلب لذت لینے کی قابلیت سے اپنے آپ کو باہر لے آنا ہے۔ جب یہ نکل جائے تو پھر کیا دھرا رکھا ہے کہ جس سے حصہ نصیبہ و مزہ و لذت پا سکیں یا ہاتھ آ سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اَرِنِی اُنظُرْ اِلَیْکَ (مجھ کو دکھلا میں تجھ کو دیکھنا چاہتا ہوں) کہا۔ جواب ملا لَنْ تَرَانِی (تو مجھ کو نہیں دیکھ سکتا) یہ ملامت کا کوڑا ان کے وجود (ہستی) پر مارا گیا کہ لَنْ تَرَانِی تم کو دیکھو اور تمہارا ہم کو دیکھنا دیکھو۔ یہ ان کے وجود کی نسبت کا جواب تھا کہ وہ ان کے شہود (دیکھنے) کی روک اور پردہ بنا ہوا تھا۔ تم نے یہ بھی سنا ہو گا کہ ان کے وجود کا پہاڑ اللہ تعالیٰ کی تجلی کی آڑ تھا۔ اس پر ایک لمحہ کے لئے پلک جھپکنے تک بھی تجلی نہ ہوئی کہ وہ جعلہ دکا (ریزہ ریزہ) ہو گیا۔ مٹ مٹا گیا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر جو گزری جو کچھ ان کے سامنے آیا وہ ظاہر ہے۔ خر موسیٰ صعقا (گر پڑے موسیٰ بے ہوش ہو کر) یہ بے ہوشی مدہوشی (گمی بے خبری) نہ تھی۔ یہ ان کی نابودگی (کچھ نہ ہونا) ان کی بے خویشی (اپنے سے گمی اپنے آپ کو نہ پانا) تھی۔ اپنے آپ سے جانا۔ جاتے رہنا تھا۔ جب وہ اپنے آپ میں آئے تو انہوں نے عدم امکان وصول (اس تک پہنچنے کو نہ پہنچنا) جان کر تُبتُ (تیری طرف رجوع کرتا ہوں) کہا وہ وہ ہے کہ جس میں نہ تو جدائی ہے نہ ملاپ نہ گمی ہے نہ پانا۔ ہاں اس قدر محسوس ہوتا ہے کہ ایک تار ہے جس کا ایک سرا مبدا۔ ایک سرا معاد ہے

marfat.com

وہ کس کو آواز سناتا ہے۔ وہ دریا میں ہے۔ دریا میں ڈوبا ہوا ہے۔ یہ عجیب بھنور ہے۔ حیرت ہے ایک چکر ہے کہ جس کی نہ انتہا ہے نہ اس کی طرف کوئی راستہ نہ کوئی مفر (بھاگ جانے کی جگہ) نہ چارہ کار ہے۔

الحمد للہ علیٰ اننی کصفدع یسکن فی الیم ان ھی فاھت ملیت مالحأ وان سکنت ماتت من الغم

(سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے کہ میں اسی مینڈک کے جیسا ہوں جو دریا میں رہتا ہے۔ اگر وہ ٹھہرتا ہے تو گل جاتا ہے اور چپ رہتا ہے تو رنج کے مارے مر جاتا ہے۔)

مچھلی سے اگر یہ پوچھا جائے کہ تو کہاں کی ہے۔ کہاں اور کس میں رہتی ہے۔ تیری حیات (زندگی) کس سے ہے۔ تیری واپسی تیرا رجوع کس کے ساتھ ہے۔ تو وہ یہی جواب دے گی کہ میں پانی میں پیدا ہوئی۔ پانی سے نکلی۔ پانی ہی میں رہتی ہوں' پانی ہی پیا کرتی ہوں۔ میری واپسی میرے لوٹنے کی جگہ پانی ہی ہے۔ قابل غور عجیب بات یہ ہے کہ حوا علیہا السلام' آدم علیہ السلام کی طرف نہیں لوٹتیں۔ آدم علیہ السلام حوا علیہا السلام کے ساتھ ایک نہیں ہو جاتے۔

بو العجب کاریست و بس طرفہ رہے گاہ من او باشم و او من گہے

یہ عجیب کام اور نادر بات ہے (میں کبھی وہ رہتا ہوں وہ کبھی میں

وہ میں' نہ میں وہ۔ بہرحال میں تو کا کھیل کھیلا جا رہا ہے نعوذ باللہ (اللہ کی پناہ) انہ الان کما کان ویکون کما کان (وہ جیسا کہ تھا ویسا ہی ہے ویسا ہی رہے گا) فکن الان کما کنت و تکون (پس ہو جا اب بھی جیسا کہ تھا اور جیسا کہ چاہے) اے عزیز اس کوشش میں اس جنجال میں نہ پڑ کہ لوگ تقلید کے حجرہ تقید کی حد سے باہر آ جائیں۔ حقیقت اور حقیقت الحق کے میدان میں پہنچ جائیں۔ تقلید ایک باخیر بابرکت چیز ہے۔ ایک مضبوط (ضبط سے) پائیدار شے ہے۔ جو دوسری باتوں سے محفوظ اور بچائے رکھتی ہے۔ خوف و رجا (ڈر اور امید) ذوق و شوق (مزہ پانے لطف لینے) کی چیز ہے۔ جس میں آرام و راحت ہے۔ یہ درد دوا کے ساتھ ہے۔ سوز ساز (جلنے بھننے کی حالت) رکھتی ہے۔ صوفیوں کا نعرہ سوز (تڑپ کر بلبلانا۔ جلنا بھنتا) اسی سے ہے۔ جو

marfat.com

ہوئی۔ وہ اپنے آپ کو کسی کے ساتھ پایا ہوا پایا جیسا کہ ابو یزید (بایزید بسطامی) رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غصت فی بحر الاعمال فوجدت نفسی مربوطۃ بزنانیر فاذا انا ھو (اعمال کے دریا میں غوطہ لگایا تو میں نے اپنے آپ کو زناروں میں بندھا ہوا دیکھا) جب کہ میں کسی میں تھا جب میں نے اپنے آپ کو غور سے دیکھا تو شرک میں پھنسا ہوا پایا یہ پاتے ہی میں ''ہونے'' کی طرف پلٹ آیا۔ نعرہ لگایا۔ فاذا انا ھو (جب کہ میں وہ تھا) اس سے یہ نہ سمجھتا کہ وہ نہ تھا اب وہ ہوا۔ ہمیشہ ہی سے وہ درمیان میں تھا بلکہ وہ ہونا کہ اسی کا اپنا ہونا تھا وہ نہیں ہو گیا۔ اسی کا ہونا۔ ہونا ہو گیا۔ وہی وہ تھا وہی وہ ہوا ہونے نہ ہونے ہونے میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن میرے تجربہ اور دیکھنے میں یہ بات آئی ہے کہ لوگ حقیقت کی باتیں سن جاتے ہیں۔ صدر مجلس بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔ داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کچھ کی کچھ باتیں کہنے لگ جاتے ہیں داہنے بائیں جھولتے ہیں سر ہلانے لگ جاتے ہیں۔ لوگ ان کی نسبت ایک نیک گمان کر جاتے ہیں۔ وہ اس سے خوش وقت ہو جاتے ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے جب اس قسم کی باتیں لوگ کہتے تو آپ ان کو روک دیتے۔ یہ کہتے کہ یہ باتیں سب میں کہنے کی نہیں۔ ہرگز نہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ خواہشات میں رہنے اور ان پر مرمٹنے والے لوگ سن پاتے ہیں تو اس کو اپنی صدارت کی سند بنا لیتے ہیں کہ ہم ایسے ہیں یہ یہ جانتے ہیں۔ یہ یہ بیان کرتے ہیں۔ یہ بات سب کو کہاں میسر آتی ہے۔ ان کے اسی کہنے کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ ہم ایسے ہیں ہم ویسے ہیں لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ۔ بہتر تھا کہ میں اس قسم کی باتیں نہ کیا کرتا۔ کیا کیا جائے فلاں ابن فلاں میری باتیں سننے آتے تھے۔ جب سے کہ میں اس ملک میں آ گیا ہوں وہ میرے متعلق اور ہی گمان رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے یہ جانتے تھے کہ ایسا محقق دوسرا نہیں۔ اے حسینی اپنی زبان روک لے اپنے بیان کو مختصر کر دے۔ والسلام

marfat.com

انعکاس (سایہ قبولنے والی) پیدا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب جمال قدسی کا حسن سایہ ڈالنے والی نموداری کی شکل کے ساتھ نمودار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آئینہ میں عین وحقیقت کا مشاہدہ کرتے ہی رائت ربی فی احسن صورۃ (دیکھا میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں) فرمایا اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ فوضع کفیه علیٰ کتفی فوجدت بردھا فی قلبی (پس رکھا اس نے اپنے ہاتھوں کو میرے کندھوں پر جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دل میں پائی) وہ ہتھیلی ہاتھ ایسے تھے اور ہوتے ہیں کہ جس میں نہ بند ہونا ہے نہ کھلنا نہ اس میں گرفت کا ہونا کہا جا سکتا۔ بلکہ وہ اس بات کی حکایت کرتی ہے کہ کلتا یدیه یمین الصدقة اولا تقع فی کف الرحمٰن (پہلے پہل رحمٰن کی ہتھیلی میں ڈالی جاتی ہے) یہ ہاتھ غیب ہی غیب عین ہی عین ہیں۔ یہ جو کہتے ہیں کہ مجاز گزر جانے کے معنی میں ہے۔ جاز عنه (گزر گیا اس سے) بلکہ تجاوز عنه (بڑھ گیا اس سے) کا اشارہ بھی اسی طرف ہے تاکہ کوئی عین (حقیقت) کے بجائے عکس (مجاز ہی پر قرار نہ لے لے۔ ہاں سچ ہے گزر جانا کام کی شرط ہے ضروری بات ہے۔ اللہ پاک پرے سے پرے ورے سے ورے ہے مفہوم واصلان حقیقت (حقیقت کو پہنچے ہوؤں کی یافت وفہم سے سمجھی بوجھی ہوئی چیز) یہی ہے نہ جدائی ہے نہ ملاپ نہ دوری ہے نہ نزدیکی نہ کھونا ہے نہ پانا۔ جو کہا گیا ہے وہ اسی قول کے مطابق ہے ثابت ومحقق ہو جاتا ہے۔ والسلام

چھٹا حدیقہ

اللہ کے اخلاق سے سنور جانا اس کے اوصاف سے بن جانا

میرے خواجہ قدس سرہ العزیز حکایت فرماتے تھے کہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ العزیز سماع سنا کرتے تھے۔ وجد میں آ جانے کے بعد خواجہ حمید الدین ناگوری قدس سرہ شیخ (خواجہ قطب الدین قدس سرہ) کے پاؤں پر گر پڑتے تھے۔ شیخ خادم کو اشارہ کیا کرتے کہ انہیں اٹھا دو۔ خادم ان کو اٹھا دیا کرتے تھے۔ بندہ

marfat.com

میں ڈالا جاتا ہے تو گرما جاتا ہے جب خوب گرم ہو جاتا ہے تو سرخ و گرم ہو کر آگ کے جیسا جب دکھلائی دیتا ہے تو کہتے ہیں کہ ناراً وصفاً حدیدا ذاتاً (بلحاظ صفت آگ اور بلحاظ ذات لوہا) بعض کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ ناراً ذاتا حدیداً وصفاً (بلحاظ ذات آگ اور بلحاظ صفات لوہا) ہو جاتے ہیں۔ اس کہنے کے یہ معنی ہوئے کہ آگ میں ڈال کر اتنا تپاتے گرم کرتے دھونکتے ہیں کہ اس کے تمام ذرات آگ ہو کر ہوا میں اڑ جاتے ہیں۔ آگ کا جو کرہ ہے اس سے مل جاتے ہیں۔ اگر کسی کے ساتھ ایسا ہو تو اس کو وصفاً و ذاتاً کہنا درست و ٹھیک ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہم یہی رہتا ہے کہ لوہا تھا جب حقیقت سے لوٹ آتا ہے تو جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی رہتا اور دکھلائی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے الکبریا ردائی (بڑا پن بڑائی میری چادر) فرمایا۔ وہ اسی چادر میں مرید کے چہرہ کو ڈھانپ لیتا ہے۔ خالق سبحان (پاک پیدا کرنے والا) صورت انسان میں جو محدث (نو پیدا) زائل و فانی (جاتے رہنے والی اور مٹ جانے والی) ہے۔ تجلی کبریائی کرتا ہے تو ہر کوئی یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ صفت کبریا سے متجلی ہے۔ وہ بادشاہ جو مالک الرقاب گردنوں کا مالک ہے جس کے قبضہ میں لوگوں کی گردنیں ہیں یعنی سب کا مالک ہے۔ وہ اندھیری رات میں مانگنے والوں کے لباس میں مانگنے والوں کا لباس لئے ہوئے لوگوں کے دروازوں پر گھومتا' روٹی ٹکڑا مانگتا ہے۔ کیا کوئی گمان کر سکتا ہے یا کسی کے وہم و خیال میں آ سکتا ہے کہ سب کا مالک سارے جہان کا مالک آیا ہوا ہے۔ سب یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی ٹکڑ گدا ہے۔ یہ سننے کے بعد تم مانو گے یا نہیں کہ کبریائی اس کی چادر ہو گئی۔ یہ وہی صورت ہے۔ الشیخ یحی ویمیت (شیخ جلاتا اور مارتا ہے) جو کہتے ہیں وہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس پر زندہ کرنے کی صفت جلوہ کی ہوئی ہے ... ن اللہ کی صفت احیاء و اماتت (زندہ کرنا۔ مار ڈالنا) سے متصف ہو جاتا ہے۔ تو وہ شیخ یحی و یمیت ہو جاتا ہے ان صفات سے متصف ہو جانے سے شیخ جلاتا اور مارتا ہے یہ وہی کرتا ہے جو خدا کرتا ہے۔ یہ صورت وہ ہے جس میں شیخ درمیانی

marfat.com

کی مدح و ثنا میں مبالغہ کیا۔ اس کے بعد عرض کیا ہم آپ میں صرف ایک بات پاتے ہیں۔ جس کے کہنے کی جرات نہیں پاتے کہنے کی مجال نہیں رکھتے۔ اس کو آپ سے کہہ بھی نہیں سکتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں وہی بات سننا چاہتا ہوں۔ تمہیں کہنا ہوگا۔ تو سب نے یہ کہا کہ بہترین صفات اچھی خوبیاں جو ہو سکتی ہیں ان سب سے آپ آراستہ پیراستہ ہیں البتہ تھوڑا سا کبر (بڑائی۔ میں پن) آپ میں پایا جاتا ہے۔ فرمایا ہاں۔ سچ ہے ٹھیک کہتے ہو۔ ایک زمانہ تھا کہ مجھ میں میرا کبر موجود تھا۔ اب اس کا کبر آ گیا۔ وہ میرے کبر کے بجائے ہو گیا اس کی جگہ لے لیا ہے۔ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو۔ وہ میرا نہیں اس کا ہے۔ یہ فرمایا کہ "اس کا کبر میرے کبر کی جگہ لے لیا۔" کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ "میرا کبر اس کے کبر سے متصف ہو گیا۔" جیسا کہ لوہا کہ وہ بلحاظ ذات لوہا ہے اور بلحاظ صفت آگ ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ "اس کا کبر میرے کبر کو جڑ پیڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔ جب میں خالی خولی ہو گیا تو خود میرے کبر کی جگہ لے لیا۔" یعنی کہ بلحاظ ذات آگ اور بلحاظ صفت لوہا ہے جو کچھ ہم شروع سے کہتے آ رہے ہیں اسی کی یہ بھی ایک مثال ہے۔ لوہے کو آگ میں تپاتے ہیں تو اس کی کئی صورتیں، شکلیں ہوتی ہیں بیان کرنے لگ جاؤں تو قصہ طویل ہو جائے گا۔ والسلام

ساتواں حدیقہ

شیخ، اس کے فرائض واجبات

کوئی شیخ جب کسی کو شیخ بنانا یہ مرتبہ دینا، اس رتبہ سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص کی ساری عبادتیں، طاعتیں (خدا کی بندگی فرمانبرداری) حسنات (نیکیاں) ہنات (محنتیں۔ ریاضتیں) زلات (لغزشیں۔ کم حوصلگیوں) کو جانچ لیتا ہے۔ جس قدر اس کے مرید وابستہ معتقد ہوں گے۔ ان کو اور ان کی ساری عبادتوں، طاعتوں، گناہوں اور کوتاہیوں لغزشوں کی بھی جانچ پڑتال کر لیا کرتا ہے کیونکہ ان سب کو شیخ کے اعمال کے پلہ میں تولتے ہیں۔ اگر شیخ کا پلہ بھاری ہو جائے تو اس کو شیخ کا رتبہ دے دیتے ہیں۔ یہ

marfat.com

میں تو پورا اترتا ہے۔ خواجہ محمد غزالی علیہ الرحمتہ کی تصانیف میں سب کچھ ہے۔ اس کو انہوں نے نہایت خوبی سے ثابت کیا ہے۔ اس کو عقل کے مناسب کہہ سکتے ہیں لیکن عقل معاد کے لحاظ سے صحیح نہیں۔ بلکہ اس قدر سمجھ لینا چاہئے کہ جو میزان قائم ہو گی۔ اعمال کے وزن یعنی جانچ اور بدلہ کے لئے ہو گی تاکہ بندے یقین کے ساتھ جان لیں کہ جو کچھ ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کے ہم مستحق ہیں اعمال کے تناسب میں اس کی مناسبت کے لحاظ سے ایسا اس کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ میزان عروض (شعر کے وزن) کی خصوصیت یہ ہے کہ شعر کہنے والا اپنے کہے ہوئے کو وزن کر لیتا ہے۔ کہاں عیب ہے کہاں کمی ہے، جان لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ جزئیات کلیات کا اس کو پورا علم ہے۔ اس کو اس کی حاجت وضرورت ہی نہیں کہ وزن کرنے کے بعد جانے کہ کیا کمی، کیا زیادتی ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ۔ انه عالم بجزئیات وکلیات (اللہ کے سوائے کسی میں حول وقوت نہیں۔ وہ بڑی چھوٹی کل جز کا جاننے والا ہے) جس کو جیسا چاہا بنا دیا۔ اپنے ازلی ارادہ کے موافق بنایا اس لحاظ سے حکماء کے کہے ہوئے بیان کئے ہوئے کو علمائے باللہ اہمیت نہیں دیتے مقدار واندازہ میں نہیں لاتے کہ یہ کوئی وزن نہیں رکھتے انشاء اللہ تعالیٰ اس کو بھی اللہ کی توفیق سے بیان کیا جائے گا۔ باللّٰہِ التوفیق (اللہ ہی توفیق دینے والا ہے) فی الوقت اس بات کو اللہ ہی پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم میں کا خواب دیکھے اس کو بیان کرے اور تعبیر لیا کرے۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر چیز کی جو نسبت ہے اس سے مطلع ہیں۔ جو باتیں خواب سے متعلق ہیں یا اس سے نسبت رکھتی ہیں۔ ان کا لحاظ کرتے ان کی مناسبت کا خیال رکھتے ہوئے خواب کی تعبیر دی جاتی ہے ایک وہ نسبت جو دوسری نسبتوں میں سے باقی ہے وہ آپ کے معجزہ وکرامات میں ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت عورت اس کو مٹھائی یا مصری نیشکر دے رہی ہے۔ تعبیر دینے والا یہ تعبیر دیتا ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اس کو ملے گی۔ دنیا اپنا حال بتلا رہی ہے۔ عورت کی صورت کا تمثل لی ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ اپنی حقیقت کے ساتھ

marfat.com

قبیحہ'' برے اعمال کی صورت ہے۔ سب سمجھ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ صورت حسنہ کو احسن الصور (سب صورتوں میں کی اچھی صورت) بنایا۔ یہ اس کی مہربانی و نوازش' اس کا فضل و کرم ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ ''اعراض'' ''جوہر'' بنا دیئے جائیں گے۔ اس کا مطلب یہی ہے اس کے معنی یہی نکلتے ہیں لیکن وہ اس بات کی حقیقت سے غافل ہیں۔ ہم نے جو کچھ دو مثالوں میں بیان کیا ہے ان میں ایک حقیقت دوسری مجاز کی بنیاد لئے ہوئے ہے اور اس پر مبنی ہے۔ جن قیاسات کی بناء پر' جو کچھ ہم نے کہا ہے اس کو سمجھ لو۔ غنیمت جان لو۔ عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے۔ اگر حقیقت پر نظر ہو تو سارے وجودات تمثل ہی تمثل ہیں۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ میں کہاں جا پہنچا۔ رجوع واپسی کی بات ایسے شخص ہی سے کہی جا سکتی ہے جو معارف کی انتہا کو پہنچ گیا ہو۔ اس سے آگے فہم کی رسائی نہیں۔ یہاں ہماری مراد اسی قول سے ہے۔ جس کا قول ہے اسی کا صاف کھلا ہوا بیان ہے۔ ماثورہ (احادیث میں آئی ہوئی دعائیں) میں ہے کہ ما ابلغ مدحتك ولا احصیٰ ثناء علیك انت كما اثنیت علیٰ نفسك (ہم تیری مدح کر نہیں پاتے تیری ثناء کر نہیں سکتے جو ہمارے اندازہ و شمار سے بالاتر و بے انتہا ہے ہاں وہی جو تو نے اپنی حمد و ثناء آپ کی ہے) کچھ سمجھے کہ یہ کیا ہے۔ ابتداء میں ہم نے جو کہا تھا وہ یہی کہ اعوذ بعفوك من عقابك (تیری معافی درگزر کی پناہ میں آتا ہوں تیرے عذاب تیری پکڑ سے) ایک فعل سے ایک فعل کی پناہ لے کر اعوذ برضاك من سخطك (پناہ میں آتا ہوں تیری خوشنودی رضامندی کی تیری ناخوشی ناراضی سے) کہا ایک صفت سے دوسری صفت کے دامن (پلو) میں آ گیا۔ پھر اس مقام سے ترقی کرتے ہوئے ذات میں پہنچ کر اعوذ بك منك (تیری پناہ میں آتا ہوں تجھ سے) کہہ دیا۔ ما ابلغ مدحتك الا احصیٰ ثناء علیك انت كما اثنیت علیٰ نفسك کو ان سب کو۔ اے مسکین اس وقت جانے گا جب اس مرتبہ میں آئے گا۔ میں نے اس مختصر میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کو بھی سمجھ لے گا کہ اس میں کیا کیا کھولا گیا ہے یہ بھی جان لے گا کہ جنت دوزخ ثواب عذاب کی صفت کا پوری طرح سے بیان ہو گیا۔ میں نے جو کہا

marfat.com

لئے کہ وہ ہمارا اللہ ہے ہم اس کے بندے ہیں نماز میں ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی نماز ہر ایک کی نیت کے موافق قبول کرے گا۔ دکھاوے اپنے آپ کو اچھا دکھلانے لوگوں کی نظر میں آنے کے لئے جو نماز پڑھ رہا ہے اس کے متعلق فقیہ یہ کہتا ہے کہ اس کو نہ ثواب ملتا ہے نہ عذاب۔ صوفی کہتا ہے کہ وہ خدا کے شرک کرنے والوں میں سے ہے یعنی مشرک ہے۔ اس سے یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ نیت عمل سے بہتر کیوں ہے اور کیا بات ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ عمل المرء خیر من نیته (مرد کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے) ان کا مطلب یہ ہے کہ نیت ہو عمل نہ ہو تو وہ نیت کس کام کی۔ اب تم ہی سمجھ لو کہ نیت عمل سے بہتر ہے یا نیت سے عمل بہتر ہے۔ مثلاً ایک شخص صاحب نصاب ہو۔ (زکوٰۃ جس پر فرض ہو گئی ہو) ایک سال گزر گیا ہو۔ اگر وہ زکوٰۃ کی نیت کئے بغیر تمام مال خدا کے راستہ میں دے دے تو کہتے ہیں کہ اس میں ثواب زیادہ ہے۔ اس کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث کی روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زینوا القراٰن باصواتکم (قرآن کو اپنی آواز سے زینت دو) اس فرمانے میں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی آوازوں کو قرآن سے زینت دو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی اچھی آواز سے قرآن پڑھتا ہے تو سننے والے کے دل میں زیادہ اثر کرتا ہے۔ رقت پیدا ہوتی ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قرآن پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سننا اور فرمانا کہ تم کو داؤد علیہ السلام کی آل کی بانسری میں سے ایک دی گئی ہے اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا جواب میں یہ عرض کرنا کہ اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اس سے بہتر طریقہ اور عمدگی کے ساتھ پڑھتا۔ اب تم ہی کہو کہ قرآن کی زینت آواز سے ہوئی یا آواز کی زینت قرآن سے ہوئی۔ بہر حال اعتبارات مختلف ہیں۔ اس بارہ میں خاموشی ہی بہتر اور اچھا طریقہ ہے۔ والسلام

marfat.com

کرتے ہیں کہ ہر ایک کا تسبیح کرنا۔ صانع۔ علیم۔ قدیم۔ حکیم (بنانے والا۔ جاننے والا۔ قدامت والا۔ حکمت والا) کے وجود کی دلیل ہے۔ جس کی سب تسبیح کرتے ہیں۔ ہر ایک کی تسبیح ایک قسم کی ہے ہر ایک اپنی اپنی خاص مخصوص تسبیح کیا کرتا ہے۔ اہل کشف و عیاں (اہل اللہ) نے یقین کے ساتھ اس کی خبر دی ہے۔ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ اور اس چیونٹی کی حکایت جو آپ کے نعلین کے چڑے سے زخمی ہو چکی تھی، کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ فرماتا ہے کہ وسخرنا مع داؤد الجبال یسبحن (ہم نے پہاڑ کو داؤد کے حکم میں کر دیا اور وہ تسبیح کرتے ہیں) کنا فاعلین (ہم ہی کرنے والے ہیں اس کے با انصاف گواہ ہیں) بحمدہ۔ جو ضمیر (اسم اشارہ) ہے وہ اللہ کی طرف راجع ہوتی (لوٹتی) ہے اگر شئی (چیز) کے ساتھ راجع ہے۔ کہیں بھی تو ہو سکتا۔ کیونکہ وما من موجود الاولہ (نہیں ہے کوئی موجود مگر اسی کے لئے) یعنی جس مرتبہ میں بھی جو کوئی ہے اس کی ایک نسبت اپنی طرف اور ایک نسبت اپنے پروردگار کی طرف ہوتی ہے۔ لہٰذا جب توجہ پروردگار کی طرف ہو تو وہ وجہ اور نسبت جو کسی چیز میں ہے وہ بھی تو پروردگار ہی سے نسبت رکھتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہی طرف لوٹتی ہے۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو اپنی خاص و مختص تسبیح نہ کرتی ہو۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ میں کہاں جا پہنچا۔ اب ہم اسی گفتگو میں آ جاتے ہیں جو ہم کر رہے تھے۔ ایک مخلوق ایسی بھی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت لوٹتے پوٹتے چت لیٹے ہوئے کیا کرتی ہے۔ انسان ہی وہ مخلوق ہے جو سیدھا کھڑے ہو کر، جھک کر، زمین پر سر رکھ کر بیٹھ کر، لیٹ کر ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا ہے۔ اس کی ایک مخلوق ایسی بھی ہے جو سر نیچا کئے ہوئے اس کی عبادت میں مشغول ہے۔ ومنہم من یمشی علیٰ اربع۔ (ان میں کے وہ جو چار پاؤں پر چلتے ہیں) یعنی چوپایہ۔ اس کی ایک مخلوق وہ بھی ہے جو پیٹ کے بل گھستے رینگتے ہوئے چلتی ہے جس کی نسبت ومنہم من یمشی علی بطنہ (وہ جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں) جیسے کہ سانپ وغیرہ سارے اقسام و انواع کی مخلوق کے لئے ایک طرح سے ادائی مقرر ہے۔

marfat.com

تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں اپنی زبانوں سے۔ ان کے دلوں میں کچھ نہیں۔ وہ آیت یہ ہے یقولون بالسنتھم ما لیس فی قلوبھم۔ بہت ساروں سے جنہیں علمی گفتگو، نازک باریک باتوں سے واقف و باخبر ہونے کا دعویٰ تھا میں نے اس بارہ میں سوال کیا۔ جواب خاموشی تھی۔ ان کا چپ رہنا۔ گھبرائی ہوئی پریشان صورت لئے ہوئے تھا۔ چونکہ ہمارا مقصد تحقیق کے ساتھ بیان کرنا سمجھانا ہے اس لئے ہم تھوڑی سی تمہید و تفہیم کے ساتھ بیان کریں گے۔ سنو۔ دل کے سات طور بتلائے گئے ہیں ایک کو قلب (دل) دوسرے کو فواد (گہرائی دل) تیسرے کو شغاف (دل کی ستھرائی) چوتھے کو جاش (دل کی توڑ موڑ) پانچویں کو خلد (دل کی دائمی) چھٹے کو ہاجہ (دل کا تحرک) ساتویں کو جمال (دل کا ابھار) کہتے ہیں۔ ان ہی ساتوں کے اور بھی نام ہیں۔ جو بھی ہیں وہ دل کے طور کے نام ہیں۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی کے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ زبان سے نہیں کہتا بلکہ اور ہی کہہ جاتا ہے۔ اس کے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل کے پردوں میں ایک پردہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے زبان سے کچھ اور کہہ جاتا ہے۔ دل میں جو ہے وہ نہیں کہتا۔ کلام اللہ کا حافظ قرآن پڑھتا جاتا ہے اور اس کا دل قسم قسم کی باتیں اس سے کرتا جاتا ہے۔ حکایتوں کا بیان ان سات پردوں میں سے ایک پردہ میں ضرور ہے۔ عاشق مبتلا' جس پر محبت غلبہ پا جاتی' وہ چوتھے درجہ میں ہوتا ہے۔ حق کے سوائے دوسرے کی محبت چوتھے پردہ تک ہے اللہ کی محبت جب دل کی گہرائیوں میں آ جاتی ہے گھر کر جاتی ہے تو "اللہ" کے سوائے جو کچھ ہیں ان کا گزر اس تنہائی میں نہیں ہونے پاتا۔ اگر حافظ قرآن اس طرح پڑھے کہ جو کچھ وہ زبان سے ادا کر رہا ہے پڑھ رہا ہے۔ اس کا دل بھی وہی کہتا جائے تو بہت جلد قرآن کے اسرار و رموز اس پر کھل جائیں۔ یائے حروف اس کی مراد کے موافق اسی کے ہاتھ آ جائے۔ لطیف زمانہ (کم وقت) میں الم سے والناس تک حرفاً حرفاً حروف و مخارج کے ساتھ بغیر کسی غلطی یا سہو یا لغزش کے تلاوت قرآن ہاتھ آ جائے۔ یہ بات نادر یہ معنی ایسی اچھوتی ہے کہ علمائے باللہ کو ان

marfat.com

کے سوائے کچھ نہیں۔ کوئی چارہ ہی نہیں۔ کچھ کہنے میں آ نہیں سکتا کچھ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ سالک مرشدوں' پیروں کے سہارے کھڑا ہوا ہے۔ یہ جاہل عالم' نابالغ بوڑھے سپید سر' سپید داڑھی والے بچے اندھیرے میں ہیں۔ اس کو سمجھ نہیں سکتے۔ اس لئے تم اپنی زبان روک لو۔

مرد معنی را طلب آر ایں میان　　اہل صورت را نباشد اعتبار

(ان میں سے باطن کے مرد کو ڈھونڈ نکال　　ظاہر کے لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں)

☆ نوٹ: اس کے بعد گیارہواں اور بارہواں حدیقہ ہے۔ بعض قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں دس کے بعد پہلا دوسرا حدیقہ لکھا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ پہلے اور دوسرے کا تکملہ معلوم ہوتا ہے لیکن قائمہ حدیقہ ہے۔ (مترجم)

گیارہواں حدیقہ

محبت حق۔ ازلیت۔ ابدیت

سب کاموں سے زیادہ اہم کام ساری بزرگیوں میں بڑی بزرگی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ تعالیٰ اللہ عن الزوال والانصرام (اللہ تعالیٰ پاک برتر ہے گھٹنے پورے ہو جانے سے) جب کوئی سمجھدار تعلیم یافتہ' علم و حکمت کا ذائقہ پایا ہوا سوچتا ہے کہ اپنی عمر (زندگی) کو کس کام میں لگائے کس کی طلب میں صرف کرے۔ زندگی کا مقصد و مطلب کیا ہونا چاہئے تو وہ اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ کسی سے محبت پیدا کرنی چاہئے۔ جب غور و فکر کرتا ہے تو سب کو نزول و زوال میں دیکھتا ہے۔ محبت کے اسباب و لوازم قسم قسم کے پاتا ہے۔ گم ہونے مٹ جانے اتر جانے گھٹنے کے چکر میں دیکھتا ہے۔ ہر چیز کو فنا کے پھیر میں پاتا ہے تو آخرش اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ سب سے بہترین چیز سارے مطالب و مقاصد میں اعلیٰ ترین مقصد و مطلب پروردگار تعالیٰ و تقدس کی عبادت ہے اس کو بھی عدم یعنی "غیب کے پردہ" "نہیں" ہی کے بھنور میں چھپی ہوئی پاتا ہے۔ فرض کرو کہ کوئی للہ فی اللہ (اللہ کے واسطے اللہ کے لئے) نماز کہ بہترین نیک کام

marfat.com

کہ میں خداوند تعالیٰ سبحانہٗ کے سوائے کسی کا طالب نہ رہوں۔ اسی کی طلب' اس کی محبت میں اسی کے لئے اپنی عمر صرف کر دوں۔ سمجھو کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ ہماری بات ذہن نشین کر لو۔ نہایت سمجھداری' پورے اہتمام کے ساتھ' سب سے اونچے مرتبہ میں منقش و منقبت (بٹھا لو۔ ثابت) کر لو۔ محبت سے بھرا ہوا طالب' مرمٹا ہوا عاشق اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ جو اس کا ہو گیا اس کے دل میں اللہ کی طرف سے القا ہونے لگتا ہے۔ قدوسی سوچ کا طالب وہ ہوتا ہے جس کا وجود سارے وجودات سے بالکل الگ اور ساری نسبت و اضافت سے پرے ہو وہ کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ استاد۔ فقیہ۔ واعظ۔ مفسر۔ محدث۔ ناصح۔ سب ہی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے۔ طالب مولیٰ کو نصیحت کیا کرتے ہیں کہ یا ابن نساء الحیض ابن التراب ورب الارباب و ابن الماء والطین من حدیث رب العالمین (اے حیض آنے والی عورت کے بیٹے۔ کہاں مٹی پانی اور کہاں سارے جہان کا پروردگار) تم کیا تمہاری ہستی کیا۔ تم کو دیکھو۔ اس بات کو دیکھو۔ عبُودیت (بندگی) کے دائرہ ہی میں مضبوطی کے ساتھ رہ کر امیدوار رہو گے تو تمہیں نجات مل جائے گی۔ اگر تمہیں بڑے مرتبہ مل جائے۔ جنت میں جانا نصیب ہو جائے تو اسی کو ذلك فضل الله یوتیه من یشاء (یہ ہے اللہ کا فضل وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے) سمجھ لو جب عاشق سالک ان حضرات سے یہ سنتا ہے تو بیچارہ مسکین سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ چپکے چپکے سوچنے لگ جاتا ہے یہی سوچ لگ جاتی ہے کہ نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کے کرنے کا جو حق تھا اس کو اچھی طرح سے ادا کیا۔ مجول (بنایا گیا ہوا) محمول (بوجھ لادا گیا ہوا) تجھ کو اللہ تعالیٰ سے کیا نسبت استغفر اللہ (پناہ مانگتا ہوں اللہ کی) اس سے محبت کیسے ہو سکتی ہے۔ محبت کے لئے ہم جنس (ایک ہی قسم کے) ہونا لازمی و ضروری ہے۔ شرط اہم یہی ہے۔ جب یہ نہیں تو۔

دلا دامن فراہم کن کجا ما و کجا ایشان (اے دل دامن سمیٹ لے ہم کہاں وہ کہاں)

اپنے آپ میں کہنے لگتا ہے کہ دل کو اس سے لوٹا لا۔ نماز' روزہ' تلاوت ہی میں اپنے آپ کو لگائے رکھ۔ پھر وہ جب اپنے آپ میں غور کرتا ہے تو اپنے دل کو اس

marfat.com

میرے دل میں القاء ہوئی (ڈالی گئی) حق کے جمال و کمال کے دیدار کا ولولہ میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ میں حیران و سراسیمہ (پریشان و متعجب) رہ گیا۔ بہتیرا چاہا کہ دل کو اس سے لوٹا لاؤں لیکن وہ اس سے باز نہ آیا۔ فقہاء، محدثین، مفسرین سے پوچھا تو وہ سب کے سب انگلی دانتوں میں داب لیے۔ سب نے یہی کہا کہ خبردار ایسی بات زبان پر نہ لانا۔ جب قیامت ہو گی سب جنت میں پہنچ جائیں گے جنت کی ساری نعمتیں پوری ہو جائیں گی تو یہ دولت نصیب ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے جمال لایزال کا مشاہدہ یعنی دیدار اس کا دیکھنا وہاں نصیبؔ ہو گا۔ حقیقی بات یہی ہے۔ برخلاف اس کے تم اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں اور فی الوقت طلب کر رہے ہو یہ محال ہے دنیا میں میسر نہیں ہو سکتی۔ توبہ کرو، استغفار کرتے رہو۔ دنیا میں اس سے ملنے، اس کے دیکھنے کے خطرہ کو دل سے نکال باہر کرو معذرت چاہو۔ معافی مانگو۔ یہ سب کچھ سننے کے باوجود وہ اپنے آپ کو اس بات پر نہ لا سکا۔

فقہاء، محدثین، مفسرین کی تعلیم یہی تھی کہ تم کہاں وہ کہاں۔ توبہ توبہ اس کے باوجود بھی میں خود کو اسی کا خواہاں اسی کا چاہنے والا، اسی کے لئے اپنے دل کو بے چین مضطرب پایا۔ یہ شعر میرے حسب حال ہو گیا۔

دل را ز عشق چند ملامت کنم کہ ہیچ	ایں بت پرست کہنہ مسلماں نمی شود
(دل کو عشق کے بارے میں چاہے کتنا ہی برا بھلا کہوں)	یہ پرانا بت کا پوجنے والا مسلمان نہیں ہوتا)

حیرت ایسے بھنور میں لائی کہ جس کا آگا پیچھا نہ تھا میں اس میں گھر گیا تھا۔ ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے اسی چکر میں تھا کہ یکایک میں نے یہ سنا کہ صوفیاء کا گروہ ہی ایسا گروہ ہے جو اس کا پتہ دیتا ہے۔ یہ ان ہی کے معاملات ہیں وہ اسی قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اسی کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ہر وقت یہ دو شعر پڑھا کرتے ہیں۔

انا نکہ ریاضت کش و سجادہ نشیند	باید کہ خدا را بنمایند و بینند
(وہ جو محنتیں اٹھاتے ہیں مصلی پر بیٹھتے ہیں)	انہیں لازم ہے کہ وہ خدا کو دکھلائیں دیکھیں)
در خود نہ نمایند نہ بینند بہ تحقیق	از اہل سماوات کے ماجوج زمیند
(اپنے میں نہیں دکھلاتے نہ دیکھتے ہیں	آسمان والے زمین کے فسادی ہیں)

marfat.com

میں ایک ہی مرتبہ ہے۔ جس کے بہت سارے مراتب ہیں سمجھنے کی بات اس قدر ہے کہ احد (ایک) میں جو الف ہے وہ عشق اور حاء عاشق اور دال معشوق کے معنے لئے ہوئے ہے۔ درحقیقت توحید کی جمع میں یہ تینوں ایک ہیں۔ بلاتمثیل ایسے ہی ہیں جیسے دریا۔ اس کی موج' اس کا جھاگ درحقیقت یہ تینوں دریا ہی کے اعتبار ہیں۔ جب کسی پر حقیقت کا دروازہ کھل جاتا ہے تو اس میں "میں" "تو" باقی نہیں رہتا۔ وہ جان لیتا ہے کہ یہ میں اور تو' ایک ہی دم ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَۃً (اور ہم نے امر نہ دیا مگر ایک یعنی ہم نے ایک ہی حکم دیا ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری صفت ایک ہے یعنی "ذات" جو صفت میں آ سکتی صفت لے سکتی' صفت ہو سکتی ہے "وہ ایک ہے۔ ایک سے زیادہ نہیں" نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ العشق ناراً اذا یقع یحرق ماسوی المحبوب (عشق ایک آگ ہے جب وہ ڈالی جاتی ہے تو محبوب کے سوائے سب کو جلا ڈالتی ہے) یعنی محبوب کے سوائے جو کچھ ہو اس کو نیست و نابود کر دیتی ہے کسی کو رہنے نہیں دیتی۔ عشق ہی رہ جاتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

جہاں عشق است دیگر زرق سازی　　ہمہ بازیست الا عشق بازی

(دنیا جہان عشق ہے دوسری باتیں دھوکہ　　سب کھیل کھلونے ہیں کام کی چیز عشق ہی ہے)

جب یہ آگ ہاتھ آ جاتی ہے تو تن کی لکڑی جل جاتی ہے۔ تم تم نہیں رہتے۔ عشق ہی عشق رہ جاتا ہے۔ تم نہیں جانتے عشق ہی جانتا ہے۔ تم اپنے آپ کو ہار دیتے ہو۔ اپنی خودی سے آپ ہی چھٹکارا پا جاتے ہو۔ آب و گل (مٹی پانی سے یعنی بدن کی آلائش (جسم و جسمانیت) سے دونوں ہی (عشق اور دل) پاک ہیں۔ مطلب یہ کہ عشق جہاں کہیں سر اٹھاتا ہے۔ اپنی آنکھیں آپ ہی ملتا ہے۔ اپنے میں آپ ہی ہمیشہ روتا رہتا ہے۔

مجنون عشق را دگر امروز حالت است　　کہ اسلام عشق لیلیٰ و دیگر ضلالت است

(عشق کے مارے ہوئے کی آج اور ہی حالت ہے　　لیلیٰ کا عشق اس کا اسلام اس کے سوائے سب کچھ گمراہی ہے)

سچ ہے مجنوں کا بھید مجنوں جانے یعنی دیوانہ کا راز دیوانہ ہی جانتا ہے۔ عقلمند

marfat.com

ہوتا ہے غیر و غیریت "میں۔ تو" سے نہیں نکلتا۔

ملحد وحدت وہ ہے کہ اس کو حاضر جانتا' پاتا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر عرش پر نظر رکھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا مدد و امداد کا طالب ہوتا ہے۔

جب کوئی اس الحاد سے گزر جاتا ہے' ان ملحدوں کو مار لیتا ہے تو اس مرتبہ کا کمال پورا ہونے سے انتہائے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ محبوب ہی محبوب۔ عشق ہی عشق ہو کر رہ جاتا ہے۔ عشق و معشوق کی موج' عشق کے دریا میں لاپتہ ہو جاتی ہے۔ یعنی عاشق معشوق عشق میں ڈوب جاتے ہیں۔ ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ الوجود بين العشقين کا الطهر بين الدمين (وجود دو عشق کے درمیان ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ مدت حیض جو دو حیض کے درمیان میں ہوتی ہے۔ اس کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ وجود عشق کے دو مراتب کے بیچوں بیچ ہے۔ ابتداء میں بھی عشق ہے۔ انتہا میں بھی عشق ہے۔ یعنی عشق ہی عشق ہے جو ہمیشہ رہتا ہے۔ اتنا سمجھ لو کہ وجود عشق کے سوا نہیں یعنی وجود ہی عشق ہے۔ عشق ہی وجود ہے۔ "وجود میں عشق ہی ہے" کوئی عشق کے بغیرہ رہ نہیں سکتا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اول آخر ظاہر باطن عشق ہی ہے۔ جو کچھ ہے عشق ہے۔

گرچہ آیند صد ہزاراں پیش و پس   چیست آدم چیست حوا عشق بس

اگر ہزارہا ایک کے بعد ایک آئیں   (آدم' حوا کیا ہیں عشق ہی تو ہیں)

تم نے عشق کی بنیاد سن لی۔ اب ذرا کان لگا کر عشق کے کمالات بھی سن لو۔ ان کو اچھی طرح سے سمجھ لو۔ عشق وہ تخم (بیج) ہے جس سے ایک درخت پیدا (ظاہر) ہوا اسی کو وجود جانتے اور جسم کہتے اور تن بولتے ہیں۔ اسی درخت وجود کی پانچ اصل (جڑیں) ہیں۔ جن کو عقل۔ وہم۔ روح۔ علم اور جان بولتے ہیں۔ حقیقت بھی کہتے ہیں۔ ان پانچ میں سے ہر ایک میں سے پانچ شاخ (ڈالیاں) نکلی ہیں۔ عقل سے بینائی (دیکھنے کی قوت) وہم سے شنوائی (سننے کی قوت) روح سے گویائی (بات کہنے۔ کرنے کی قوت) علم سے دانائی (سمجھنے کی قوت) جان سے توانائی (طاقت قوت) ان پانچ ڈالیوں میں سے پانچ پتے نکلے' بینائی سے حرص (لالچ) شنوائی سے کینہ (دل کا کھوٹ)

marfat.com

درخت کی جنبش (ہلنا۔ حرکت) شہوت کے لئے۔ قال (کہنا) اس درخت کا خیال وصال (ملنے کی دھن) کی استواری کے لئے۔ حیات (زندگی جینا) اس درخت کی بیداری اور ہوش میں رہنا ہے۔ موت اس درخت کی خواب (نیند) فراموشی (بھول) ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ النوم اخ الموت (نیند موت کی بہن ہے) تم نے اس درخت کا رہنا بسنا جینا مرنا سن لیا تو یہ بھی سن لو کہ اس درخت کی نہا (اصلیت) کیا ہے۔ کس زمین میں یہ درخت اُگا ہے۔

اے عزیز اس درخت کی جڑیں فنا کی زمین میں ہیں۔ جس کو بقا۔ وجہ اللہ' حرم اللہ' دار اللہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام (جو کچھ اس پر ہے وہ فنا ہونے والی مٹ جانے والی ہے اور باقی رہنے والی ذات ذوالجلال والاکرام ہی کی ہے) یہ سمجھ جاؤ کہ فنا بقا ہی میں ہے۔ اس درخت کے اندر باہر کو بقا گھیرے ہوئے ہے اس کے ظاہر و باطن سے مل گئی ہے۔ درخت کی عین ہو کر اس طرح ایک ہو گئی ہے کہ دوئی باقی ہی نہ رہی۔ اس درخت میں جو کچھ ہے وہ بقا ہی بقا ہے اسی کو عشق کہتے ہیں۔ یہ عشق لاحد ولا نہایت لا مثل ولا غایت (جس کی کوئی حد نہایت مثل غایت نہیں۔ "حد" انتہا۔ کنارہ۔ فاصلہ دو چیز کا۔ تعریف کسی چیز کی اس کی ذاتیات سے کرنا۔ "نہایت" انتہا۔ انجام۔ مثل و مانند جو سب صفتوں میں برابر ہو۔ مساوی ہو۔ "غایت" آخر۔ غرض۔ مطلب۔ کسی چیز کی انتہا ہے۔ سینکڑوں شکلیں' ہزاروں صورتیں' بے شمار رنگ بے انتہا خوشبو رکھتے ہوئے بھی وحدہ لاشریك لہ (ایک ہے کوئی اس کا ساجھی و شریک نہیں) جب تم یہ سن چکے تو اس کے کمالات بھی ہوش کے ساتھ سن لو سمجھ لو۔

معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یکست اینجا — چوں وصل در نگنجد ہجراں چہ کار دارد

(معشوق عشق و عاشق تینوں یہاں ایک ہیں — جب ملنے ہی کی گنجائش نہ ہو تو دوری جدائی کا کیا سوال)

اے عزیز۔ یہ درخت' جو اپنے آپ سے آپ ہے وہ تمہارا ہی وجود۔ تمہاری ہی ہستی ہے۔ جس کی شکل و صورت تمہارے ہی افعال و اوصاف (کام خوبیاں) ہیں۔

marfat.com

دریائے کہن چو بزند موجِ نو | موجش خوانند در حقیقت دریا است
(پرانا دریا جب موج مارتا ہے | تو اس کو موج کہتے ہیں وہ حقیقت میں دریا ہے)

یہی وہ ہے جس میں سب گم ہو جاتے ہیں۔ گفتگو جستجو (بات چیت۔ تلاش۔ ڈھونڈا ڈھونڈی) نہیں رہتی۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ من عرف اللہ کلّ لسانہ (اللہ کو جس نے پہچان لیا۔ اس کی زبان بند ہو گئی) عاشق ہادی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

چو بلبل روئے گل بیند و بالش در نوا آید | مرا از دیدن رویت فرو بست است گویائی
(بلبل جب پھول کا چہرہ دیکھتا ہے تو اس کی زبان چلنے لگتی ہے وہ چہچہانے لگ جاتی ہے | مجھ کو تیرے چہرہ کے دیکھنے سے چپ لگ جاتی ہے زبان بند ہو جاتی ہے)

یہ بھی سمجھ لو کہ یہاں دوست کے شوق میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ شوق کے کمال کے اعتبار سے ٹھیک ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ من عرف اللہ طال لسانہ (اللہ کو جو پہچان لیتا ہے اس کی زبان بڑھ جاتی یعنی کھل جاتی ہے) یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عام قاعدہ یہی ہے کہ جب بادِ صبا (تیز ہوا) چلتی ہے تو جو کچھ بند تھے یا ہوتے ہیں وہ کھل جاتے کھول دیئے جاتے ہیں تو یہ شعر زبان پر آ جاتا ہے۔

عجبے نیست کہ سرگشتہ بود طالبِ دوست | عجب این است کہ من واصل و سرگردانم
(دوست کا طالب پریشان سرگرداں ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں | تعجب کی بات تو یہ ہے کہ میں ملا ہوا ہوتے ہوئے بھی آوارہ و پریشان ہوں)

جب تم نے یہ سب کچھ پورے طور سے سمجھ لیا تو باضابطہ و باہوش رہو۔ ان کو نگاہ میں رکھو۔

اے عزیز۔ تمہارے وجود میں تین مقام ہیں۔ اعلیٰ۔ اوسط اسفل (اونچا بیچ کا۔ نیچا) نچلے درجہ میں ہونے سے ناف کو نفس کہتے ہیں۔ اس کا تعلق دوزخ سے ہے۔ دیو۔ پری۔ سانپ۔ بچھو۔ گرمی۔ سردی۔ وہ ساری چیزیں جو دوزخ کے لوازمات و متعلقات ہیں۔ وہ اسی میں ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ابلیس کا یعنی نفس کا ظہور ہے۔

marfat.com

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ۔

عشق سلطان است در ہر دو جہاں — عقل را مدخل نباشد اندراں

(عشق دونوں جہاں کا بادشاہ ہے — عقل کی وہاں رسائی نہیں، عقل کا دخل نہیں)

بات یہ ہے کہ یہ دریا ایسا بھیانک ہے کہ جس کی تہہ نہیں ملتی کنارا ہاتھ نہیں آتا۔ اس کو جیسا کہ وہ ہے کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ اگر تم سے سوال ہو کہ ھی ھی تو مونث کی ضمیر عورت کے لئے بولی جاتی ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ کس طرح ٹھیک ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی تجلیاں حضرت خواجہ عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر معراج کی رات میں صورت مونث ہی میں ہوئیں۔ یوں بھی ذات کو مونث جانتے ہیں۔ اس لئے آپ نے ضمیر مونث استعمال فرمائی۔

اے عزیز۔ اس پر بھی ذرا غور کر لو کہ تمہارا رہنا بسنا کس میں ہے۔ تم کس میں ہو محبت کی محبت میں۔ اسی محبت میں تمہیں رہنا بسنا ہے اسی کو عشق کہتے ہیں۔ محبت سے دور اس سے الگ رہنے کی کوئی صورت نہیں۔ رہ بھی نہیں سکتے۔ جس کسی سے تم محبت کرتے ہو۔ دوست بناتے یا دوست رکھتے ہو۔ محبوب جانتے سمجھتے ہو۔ جس کی طرف توجہ یا رخ کرتے رہو۔ وہ تم ہی تو ہو۔ تم نے اپنے آپ کو دوست رکھا محبوب بنایا۔ جو چیز تم دیکھتے ہو یا جس چیز سے تم محبت رکھتے ہو۔ وہ تم ہی تو ہو۔ حضرت نبی کریم افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ رائت ربی بربی (دیکھا میں نے اپنے پروردگار کو اپنے پروردگار سے) یہ بھی فرمایا کہ ما رائت شیئاً الا رأیت اللہ فیہ (نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز مگر دیکھا میں نے اللہ کو اس میں) یہ بھی فرماتے ہیں۔ رائت ربی فی لیلۃ المعراج فی احسن صورۃ امرد شاب قطط (دیکھا میں نے معراج کی رات میں اپنے پروردگار کو اچھی صورت میں گھنگھر والے بال والا)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدائے عزوجل کو اپنے آپ ہی میں دیکھا۔ اس کی سند و دلیل آیت کریمہ وَ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ (میں تمہارے نفس تمہاری

marfat.com

(تن) کا مالک (متصرف) تخم اول (پہلا بیج) ہی تو ہے۔ سب کا ظہور اسی سے ہوا ہے۔ خواجہ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں کہ الٰہی اپنی ہستی وجود پر کیا ناز کروں۔ مجھ کو وہ آنکھ دے جو تیری جنت نگاہ ہو اس کو آنکھوں میں ہمیشہ قائم اور دائم برقرار رکھ۔ جس کو اپنی آنکھوں کی جنت نگاہ بنالوں۔ جو ہمیشہ رہے۔ اپنے آپ کو آپ ہی اپنے آپ سے دیکھ۔ اپنے آپ کو اپنے تفویض و سپرد کر دے۔ اپنے آپ کو اپنا بنالے۔ کسی بزرگ نے یہ فرمایا کہ ؎

چشمے دارم ہمہ پر از صورت دوست — تا دیدہ مرا خوش است چوں دوست دراوست

(میں وہ آنکھ رکھتا ہوں جو دوست کی صورت سے بھرپور ہے — میری آنکھ مجھ کو اس لئے عزیز ہے کہ دوست اس میں ہے)

از دیدہ و دوست فرق کردن نہ نکوست — یا اوست بجائے دیدہ یا دیدہ ہم اوست

(آنکھ اور دوست میں تمیز کرنا جدا سمجھنا اچھا نہیں — یا وہی آنکھ کے بجائے ہے یا آنکھ ہی وہ ہے)

اے دوست ترا بہر مکاں می جستم — ہر دم خبرت ز این و آن می جستم

(اے دوست میں نے تجھ کو ہر جگہ ڈھونڈا — ہر وقت تیری خبر اس سے اس سے پوچھا)

دیدم بہ تو خویش را تو خود من بودی — خجلت زدہ ام کز تو نشان می جستم

(تجھ کو میں نے اپنے آپ میں دیکھا کہ تو میں ہی تھا — شرمندہ ہوں کہ تیرا پتہ پوچھتا پھرتا رہا تو مجھ ہی میں تھا)

جب تم نے آنکھ کی خوبی سن لی آب (پانی) کو سمجھ گئے تو یہ سن لو کہ جس کو نور کہتے ہیں وہ در حقیقت ہوا ہے جس کو عربی میں ریح کہتے ہیں۔ روح بھی بولتے ہیں۔ چنانچہ الارواح مرکب من ریح (ارواح یعنی جانیں ترکیب دی گئیں۔ بنائی گئی ہیں ہوا سے) اس کا مطلب یہ ہوا کہ دم قدم سے مل گیا ایک ہو گیا جیسے پھول میں خوشبو دودھ میں مکھن۔

اے عزیز۔[1] بلا تمثیل یہ سمجھ لو کہ اللہ کے ساتھ بندہ۔ بندہ کے ساتھ اللہ۔ ایسا ہی ہے جیسے دودھ مکھن۔ یہ سب کچھ دودھ مکھن ہی تو ہے۔ تم دیکھتے نہیں۔ دم ہی کو روح کہتے ہیں۔ نور بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ اپنے آپ کو آسمانوں اور زمین کا نور ہوں فرمایا ہے۔ نور اور روح ہی کے ذرہ کو عبارت و اشارت میں لایا گیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے

---

[1] بندہ با حق ہم چو شیر و روغن است آمیختہ — ایں ہمہ شیر است و روغن ہم توئی لا یبصرون

یہ مثنوی عشق کے بارے میں لکھی جا رہی ہے۔ تاکہ عشق کو سمجھ سکیں کہ اس کو پا سکیں۔۔

عشق گوہر بے بہا و بے نشان
(عشق لاقیمت موتی ہے لاجواب جوہر ہے لاپتہ ہے
بہر عشقش ہر دے تو جان فشان
اس کے عشق کے لئے تو ہر وقت جان لٹا)

عشق پنج و ہفت باشد عشق چار
(عشق پانچ، سات اور چار ہے
عشق نور و عشق نار و عشق دار
عشق نور، نار (آگ) اور سولی ہے)

عشق باد و عشق آتش آب و خاک
(عشق ہوا آگ پانی۔ مٹی ہے
در حقیقت عشق باشد جان پاک
حقیقت میں عشق پاک جان ہے)

عشق اول عشق آخر جاوداں
(عشق پہلا پچھلا ہمیشہ کا ہے
با خودی خود عشق بازد درمیاں
اپنے آپ سے آپ ہی عشق کرتا ہے)

عشق شاہ و عشق ماہ و عشق راہ
(عشق بادشاہ عشق چاند اور عشق راستہ
برسر خود عشق پوشد صد کلاہ
عشق اپنے سر پر سو تاج پہنتا ہے)

عشق عرش و عشق کرسی رازداں
(عشق عرش عشق کرسی راز سمجھ
ہم قلم ہم لوح محفوظ است داں
عشق قلم ہے لوح محفوظ ہے سمجھ جا)

عشق شمس و ہم سماء و ہم زمیں
(عشق سورج بھی آسمان بھی زمین بھی
ہم فرشتہ در شمار و در مکیں
عشق فرشتہ بھی شمار میں بھی گھر والے میں بھی)

عشق روشن ہم نجوم و ہم بروج
(عشق روشنی بھی ہے تارے اور برج بھی
با خودی خود نزول و ہم عروج
اپنے آپ میں آپ ہی اترتا چڑھتا ہے)

عشق بیخ و عشق شاخ و عشق گل
(عشق جڑ اور عشق ڈالی اور عشق پھول
عشق میوہ عشق تخم و عشق مل
عشق پھل عشق بیج اور عشق رس و شراب)

عشق در صورت جمال خود نمود
عشق ظاہر میں صورت لے کر اپنا جمال دکھلایا
جملہ اشیا در حقیقت عشق بود
ساری چیزیں سب کچھ حقیقت میں عشق ہی ہے)

تَمّتُ الرِّسَالَہ وَالتَّرجِمہ

marfat.com

آنکھوں سے دکھائی دیتے۔ دیکھنے دکھنے میں آتے ہیں جیسے کہ عالم ملکی (دنیا کی چیزیں' دنیا) بعض وہ ہیں جو باطنی آنکھوں سے دیکھے جاتے دکھائی دیتے ہیں جیسے کہ مَلکُوتی (روحانی عالم۔ دوسری آنے والی دنیا کی چیزیں) عالم معنی (باطن) ہے وہ دیکھنے میں نہیں آتا دکھائی نہیں دیتا۔ اگر دکھائی دیتا ہے یا دیکھنے میں آتا ہے تو اسی عالم صورت میں یعنی عالم ظاہر میں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن اسی کی صورت ہے۔ وہ اپنے آپ کو اس صورت کے ساتھ ظاہر میں دکھلاتا۔ دکھائی دیتا۔ دیکھنے دکھنے میں آتا ہے۔

ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیداست | آں صورت آن کس است کیں نقش آراست
(جو نقش بھی کہ ہستی کی تختی پر ظاہر ہے | وہ اس کی صورت ہے جس نے یہ نقش بنائے)
دریائے کہن چو بر زند موجِ نو | موجش خوانند در حقیقت دریا است
(پرانا دریا جب نئی موج مارتا ہے | تو اس کو موج کہتے ہیں وہ حقیقت میں دریا ہے)

موحد یہ کہتے ہیں کہ وہ "ایک نور" ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ساری صورتوں میں نمودار کیا۔ دکھلایا۔ سب لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کیا وہی وہ ہے جو لیلیٰ مجنون کی صورت میں وامق عذرا کی شکل میں تجلی کئے ہوئے ہے۔ وہی وہ ہے کہ مجنون کی آنکھ سے اپنے ہی جمال کو آپ ہی اپنی نظر میں لاکر لیلیٰ میں دیکھا۔ اپنے آپ کو آپ ہی چاہا محبوب و معشوق بنایا۔ یہ ظاہر ہے کہ تم جس کسی کو دوست بناؤ محبوب مطلوب ٹھہراؤ۔ جس کی طرف رخ کرو۔ متوجہ ہو جاؤ۔ تمہارا رخ تمہاری توجہ تم چاہو یا نہ چاہو اسی کی طرف ہے' اسی کو تم نے اپنا دوست محبوب و مطلوب بنایا۔

میل جملہ خلق عالم تا ابد | گر بباشد ور نباشد سوئے تست
(ساری مخلوق ساری کائنات کی توجہ آخر تک | چاہے ہو یا نہ ہو وہ تیری ہی طرف ہے)
جز ترا چوں دوست نتواں داشتن | دوستی دیگراں بر بوے تست
(جب کہ تیرے سوائے کسی کو دوست نہیں بنا سکتے | دوسروں کی دوستی تیری خوشبو سے ہے)

مجنون کی نظر صرف لیلیٰ ہی کے حسن و جمال (اچھائی خوبصورتی) پر ہے۔ لیلیٰ

marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اسی بات نے أرِنِی (دکھلا مجھ کو) کہلایا۔ لَنْ تَرَانِیْ (مجھے نہیں دیکھ سکتا) کا جواب سنا۔ درخت کی زبان سے اسی بات نے اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ (میں ہی ہوں اللہ) کہا۔ موسیٰ کے کان سے اسی نے سنا۔

چون جمالش صد ہزاراں روئے داشت — بود در ہر ذرہ دیدارے دگر
(چونکہ اس کا جمال ہزارہا صورتیں رکھتا تھا — ہر ذرہ میں ایک اور ہی دکھلاوا تھا)
لا جرم ہر ذرہٗ بنمود یار — تا بود ہر دم گرفتارے دگر
(لازماً ہر ذرہ کو یار نے دکھلایا — تاکہ ہر وقت ایک نیا گرفتار ہو جائے)

اس کی تجلیات کی انتہا نہیں۔ ہر عاشق اس کا اور ہی پتہ دیتا ہے۔ ہر عارف اس سے اور ہی مراد لیتا ہے اور ہی الفاظ وعبارت میں لاتا ہے۔ ہر محقق اس سے اور ہی اشارہ فرماتا ہے۔ اس سرِّ عزیز (نادر راز) کی اطلاع وخبر کس کو دی جاتی ہے کیونکر دی جاتی ہے وہ کون ہوتا ہے کیسا ہوتا ہے جس کو اس سے واقف (خبردار) کیا جاتا ہے۔ سنو یاد رکھو۔ صرف اس کو دی جاتی ہے جو دل کے مقام میں پہنچ گیا ہو۔ سراپا دل ہو گیا ہو۔ اس کے دل کا حظ (مزہ ولذت) وہی ہو گیا ہو۔ جیسے کہ بھوکا ہوتا ہے۔ اس کے دل میں ہر وقت کچھ نہ کچھ کھانے کا تقاضا ہوتا رہتا ہے۔ ہمیشہ اس کے دل میں یہی رہتا ہے کہ کچھ کھالوں۔ ایک بزرگ کا فرمانا ہے کہ محبت ومعرفت ہاتھ آنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ محبّ عارف کا عیش (جان پہچان والے عاشق کی زندگی) اس کی لذت وغذا (کھانا پینا) ہو جائے۔ اس کا کھانا اس کے خیال میں اس کا کہنا اس کے خیال میں اس کا رہنا بسنا اس کے خیال میں ہو جائے۔ جب سب حرکات وسکنات اس سے اس کے بغیر نہ ہوں تو ایسا شخص اہل دل ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے کوئی شخص ایسا ہو کہ تھوڑی دیر کے لئے محبوب کے حضور میں اس کا دل لگ جائے۔ تھوڑی دیر میں بھاگ کھڑا ہو جائے۔ جیسے کہ ہرن جب اس کو باندھ دیا جائے تو کھڑا رہتا ہے۔ جب چھوٹ جاتا ہے۔ پھندا کھل جاتا ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے ایسے کو اہل دل نہیں کہتے بلکہ اہل نفس کہتے ہیں۔ سالک کہہ سکتے ہیں۔ صوفی نہیں کہہ سکتے۔ متصوف کہہ سکتے ہیں (تکلف

marfat.com

نسبت اس سے جاتی رہتی ہے۔ ساری اضافتیں نسبتیں جو کچھ ہیں وہ میں تو کی ہیں وہ اس سے الگ ہو جاتی ہیں۔ ستر ہزار حجاب (پردے۔ روک) نور و ظلمت (روشنی۔ اندھیرے) کے جو سالک کے سامنے ہوتے ہیں ان سب کو ایک نقطہ میں تمہیں دکھلا رہا ہوں۔ سو سال کا راستہ ایک گھڑی میں طے کرا رہا ہوں۔ تمہیں اس میں گم کر رہا ہوں۔ تمہارا محبوب سے غافل رہنا ہی پردہ اور روک ہے۔ جب غفلت نکل جاتی چلی جاتی ہے تو پردہ اٹھ جاتا ہے روک باقی نہیں رہتی کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔ وہی پردے رہ جاتے ہیں جن کو نورانی ظلمانی کہہ چکا ہوں۔ اگر نماز۔ روزہ۔ تلاوت قرآن۔ عبادتوں کی حلاوتیں لذتیں تمہیں محبوب کے دیکھنے اس کے یاد کرنے سے روک رکھیں تو سمجھو کہ یہ نورانی پردے ہیں۔ اندھیرے پردے وہ مشغولیتیں ہیں جو خواہشات نفس کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

ہم بتلا چکے ہیں کہ وہ ایک نور ہے تو پھر نور و ظلمت کے پردے کہنے کے کیا معنی ہوئے ہاں ٹھیک ہے۔ سنو۔ تم نور کے ساتھ رہو ایک لحہ کے لئے بھی اس سے غافل نہ ہو تو تمہارے لئے کوئی پردہ نہیں۔ جیسے ہی تم اس سے غافل ہو گئے۔ پردہ میں آ گئے اس غفلت کے پردے سے باہر آنا پڑتا ہے۔ محبوب سے غافل رہنا تمہارا گناہ ہے۔ اگر تمہارا 'تم ہونا تم میں ہے۔ تو یہ تمہارا تم ہی تو تمہارا غیر ہے۔ یہی پردہ ہو جاتا ہے۔ "سب ایک نور ہے۔" جس کی کوئی انتہا نہیں لہٰذا جو کچھ عالم صورت و عالم معنی میں ہے وہ اسی کی صورت ہوئی۔ لیکن یاد رہے کہ وہ کسی صورت میں مقید نہیں۔ تمہاری توبہ۔ تمہارا رجوع لوٹ آنا یہی ہے کہ تم اس قید سے نکل کر توحید مطلق میں آ جاؤ۔

حجاب روے تو ہم روئے تست در ہمہ حال — نہانی از ہمہ عالم ز بس کہ پیدائی

(تیرے منہ کا پردہ تیرا ہی منہ ہر حال میں ہے — سارے عالم سے چھپا ہوا یوں ہے کہ انتہائی طور سے ظاہر ہے)

بات یہ ہے کہ تمہارے دل کے میدان میں غیر کی سمجھ بوجھ آتے ہی دو کا ہونا آ جاتا۔ دوئی ظاہر ہو جاتی ہے۔ سامنے پردہ آ جاتا ہے۔

دوئی را نیست رہ در حضرت تو — ہمہ عالم توئی و قدرت تو

(تیری بارگاہ میں دو کی گنجائش نہیں — سارا علم تو ہے اور تیری قدرت ہے)

marfat.com

صدیق، حضرت سلمان رضی اللہ عنہم سے جو اذکار آئے ہیں ہم وہ بھی کہتے ہیں اور جو قوم میں رائج ہیں ان کے مستحسنات سے ہیں وہ بھی لکھتے ہیں۔ بعض ذکر دو حلقی ہیں۔

(۱) دہانہ قلب (دل کا وہ حصہ جو داہنی جانب جھکا ہوا ہے اس کے سرے) سے لا اللہ کہتے ہوئے، باہر کی طرف یعنی داہنے شانہ کی طرف کھینچ لاتے ہوئے یہ تصور کیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے سب کو دل سے نکال باہر کر رہا ہوں۔ داہنے شانے سے بطور دائرہ لے جا کر سر کو بائیں جانب گھما کر ذرا اونچا کر کے الا اللہ کہتے ہوئے دل کے اوپر کے حصہ پر ضرب لگاتے ہوئے یہ تصور کیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے انوار میں سے ایک نور کو دل میں لا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے جو کچھ دل میں ہے اس کو دل سے نکال رہا ہوں۔ لا الہ کہہ کر دل کے مقام سے داہنے کندھے تک بطور دائرہ کے جب سر کو گھماتے ہیں تو تصور کرتے ہیں کہ دنیا کو پیچھے ڈال دیا، دل سے نکال دیا۔ جب داہنے کندھے سے سر تک پہنچاتے ہیں تو یہ تصور کرتے ہیں کہ عقبیٰ کو بھی دل سے نکال دیا۔ داہنے کندھے سے جب دل پر ضرب لگاتے ہیں تو یہ تصور کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دل میں بٹھا رہا جگہ دے رہا ہوں۔ کم از کم دس مرتبہ اور زیادہ سو سے ہزار تک کرتے ہیں۔ دس مرتبہ لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد گیارہویں مرتبہ محمد الرسول اللہ کہتے ہیں۔

(۲) دل کے دہانے سے لا الہ کہتے ہوئے داہنے شانے تک گردن کو گھما کر لاتے ہیں۔ داہنے کندھے سے سر کو گھما کر گردن کو جھٹکا دے کر آواز کے ساتھ آواز کو بلند کر کے الا اللہ کی ضرب دل پر لگاتے ہیں تا کہ الا اللہ الا اللہ الا اللہ کی ضرب کے رابطہ سے وہ نور ذکر دل میں جم جائے۔

(۳) لا الہ کہتے ہوئے آنکھیں بند نہ کریں کھلی رکھیں۔ جو کچھ دیکھنے دکھنے میں آتا ہے وہ کچھ نہیں ہے کے تصور کے ساتھ الا اللہ کہتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں اور نور اللہ کے پے میں رہیں (اس کی تعداد بھی وہی ہے۔)

چاہے ذکر میں ہوں یا مراقبہ میں سب میں ہوں یا تنہا ہوں اسی تصور میں

marfat.com

(۶) ''ذکر فنا و بقا'' جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ' بلال رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم کیا ہے سکھلایا ہے اس ذکر میں' نماز میں' جیسا کہ التحیات پڑھتے وقت بیٹھتے ہیں' اسی طرح بیٹھتے ہیں۔ لا الہ کہتے ہوئے سر اونچا کر کے سینہ سے داہنے کندھے تک لے جا کر کچھ اور اونچا کر کے الا اللہ کہتے ہوئے نیچے لا کر دل پر ضرب لگاتے ہیں۔

رابطہ کے ساتھ اپنے سر کو قبلہ کی طرف اٹھاتے ہیں۔ لا الہ کہتے ہیں اِلاَّ اللہ کہتے ہوئے سر نیچا کر کے دل پر ضرب لگاتے ہیں۔

اشارہ۔ دہانہ قلب۔ محل قلب (دل کے سرے۔ دل کے مقام) کا پہچاننا لازمی وضروری ہے اس ہنر کی بنیاد قوم (صوفیاء) کی ڈالی ہوئی ہے ان ہی سے یہ حاصل ہوتی ہے۔ بائیں پستان کے دو انگل نیچے ایک لوتھڑا صنوبر کے جیسا یعنی نکون ہے۔ یہ جگہ وہ ہے جس کے ساتھ روح حیوانی تعلق کی ہوئی ہے۔ روح انسانی کو حکماء نفس ناطقہ کہتے ہیں اور صوفیاء اس کو روح اعظم۔ روح الروح کہتے ہیں یہ حق سبحانہ' تعالیٰ کا فیض اور اس کے اوامر میں سے ایک امر۔ اسی کے شیون میں سے ایک شان ہے۔ ھُوَ غیر مخلوق (وہ پیدا کی ہوئی نہیں) ارواح جمادی' نباتی' حیوانی' مخلوق ہیں روح حیوانی کے انزہاق (نیست ہو جانے نکل جانے) کو موت کہتے ہیں۔ صوفیاء اور حکماء اس بارہ میں آپس میں متفق ہیں۔

امام محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ روح حیوان کے تعلق کے منقطع ہونے کو موت کہتے ہیں۔ یہ بات امام صاحب اور آپ کے متبعین کے پاس ثابت ومحقق ہے۔ یہ گوشت کا لوتھڑا جو بائیں جانب سینہ میں رکھا ہوا ہے۔ ذکر کرنے والے کا ربط وضرب اسی کے ساتھ ہے اور ''ربط وضرب'' میں جو کیا کرتے ہیں وہ اسی مقام پر واقع ہوتا ہے اور اثر کرتا ہے الا اللہ کی ضرب سے چربی کا گاڑھا پن جو کچھ دل میں ہوتا ہے وہ جل جاتا ہے' بہہ جاتا ہے یہی دو چیزیں ہیں جن کے ہونے سے دل بند رہتا ہے جب یہ بہہ جاتی' پگھل جاتی ہیں تو دل جاری ہو جاتا ہے' یعنی ذکر کرنے لگ جاتا ہے۔ اسی لئے

marfat.com

جانب رکھے ہوئی قرآن پر' دوسری ضرب بائیں جانب والے قرآن پر' تیسری ضرب سامنے والے قرآن پر' چوتھی ضرب گود میں رکھے ہوئے قرآن پر لگاتے ہیں۔ اس ذکر میں تجلی قرآنی ہوتی ہے لیکن ذاکر کو ذکر ہی میں رہنا' ذکر کرتے ہی رہنا چاہئے۔

(۱۲) اسی ذکر فنا و بقا کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک قرآن شریف کھول کر سامنے رکھیں۔ ایک ضرب قرآن شریف پر دوسری ضرب دل پر لگائیں۔ اس ذکر میں رب تعالیٰ کی تجلی ہوتی ہے۔

(۱۳) ذکر فنا و بقا کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک انگیٹھی میں آگ جلائیں۔ اس کو سامنے رکھیں پہلی ضرب آگ پر دوسری ضرب دل پر لگائیں۔ اس ذکر میں ذکر کرنے والے کے دل کے سرے پر انوار کے ظہور ہوتے ہیں۔

تنبیہہ : تمام اذکار میں دل کی سوزش دل کی لگن دل کی آگ شرط اور پوری توجہ' پورا تعلق و لگاؤ مقصود کی طرف رہنا ضروری و اہم ہے۔ ذکر میں جب ہوں تو دل میں مقصود کے سوائے کچھ بھی نہ آئے۔ اس کے حضور کے تصور کے سوا کچھ نہ رہے۔ ذکر کرنے والے کو شریعت میں جو کام منع ہیں ان سے بچنا۔ پرہیزگاری اختیار کرنا لازمی ہے۔ یہ ہوں تو دل کو وہ ذوق نصیب ہوتا ہے جس کو خیر کثیر کہتے ہیں یعنی بہت سی خوبیاں مل جاتی ہیں جس میں پوری طہارت نفس اور توجہ ہو تو مقصود جلد ہاتھ آ جاتا ہے۔ کوئی شغل۔ کسب۔ ہنر۔ پیشہ کسی کا ہو چاہے وہ سلطنت ہو یا حکومت' امارت ہو یا قضائت' تجارت ہو یا زراعت' درس ہو یا تدریس (پڑھنا' پڑھانا) یا اور کوئی کام ذکر کرنے والے کو نقصان نہیں دیتا بلکہ اس کا کام ہر طرح سے بنتا جاتا ہے۔

(۱۴) ایک طریقہ ذکر فنا و بقا کا یہ ہے کہ چت لیٹ جائیں۔ پہلی ضرب بائیں جانب دوسری ضرب داہنی جانب لگائیں۔

(۱۵) ایک ذکر نقشبندی ہے۔ وہ یہ کہ خیال چہرہ پر رکھیں۔ سینہ کو اس کا محل تصور کریں اس تصور و خیال میں پہلی ضرب میں سر کو اوپر کی طرف اٹھائیں دوسری ضرب میں نچلی طرف لائیں۔ سر کو اٹھاتے نیچے کرتے ہوئے اپنے آپ کو فانی حق کو باقی

marfat.com

(۲۲) ذکر کرّوبیں و جبروتیں یہ ہے کہ دل کی طرف گردن جھکائیں لا الٰہ کہتے ہوئے مقام دل سے اوپر کی طرف گردن کو گھما کر بطور حلقہ لے جائیں پھر مقام دل کی طرف لا کر الا اللہ کی ضرب لگائیں۔

(۲۳) ذکر ابدال اسی طرح کرتے ہیں۔ دونوں ہاتھوں کو آگے اوپر کی طرف بڑھاتے ہیں۔ جیسے کہ کسی چیز کو ہوا میں سے پکڑ رہے ہوں۔ پھر ہاتھ نیچے لاتے ہیں اس تصور کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کا نور ہاتھ میں سے منہ میں ڈال رہے ہوں الا اللہ کی ضرب لگاتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اپنے آپ میں ایک حرکت پیدا کرتے اور خوشی و سرور کو جس قدر ہو سکے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کو بیٹھے ہوئے کھڑے ہوئے بھی کرتے ہیں۔ منہ میں ڈالنے کے تصور کے وقت بغل کی طرف نظر رکھتے ہیں۔ منہ میں ڈال دینے کے بعد نظر کو اوپر کی جانب پھیر لیتے ہیں۔

(۲۴) ابدال کا ذکر یہ بھی ہے کہ نماز میں جس طرح بیٹھتے ہیں اس طرح بیٹھنے کے بعد داہنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہیں۔ خود بھی اوپر کی طرف کا رخ کرتے ہیں۔ لا الٰہ کہتے ہوئے مٹھی کو بند کر لیتے ہیں۔ بند کرتے ہوئے یہ تصور کرتے ہیں کہ خدا کے سوائے جو کچھ ہے اس کو بند کر رہے ہیں۔ مٹھی میں لے رہے ہیں۔ کھینچ کر باہر نکال رہے ہیں' دل سے باہر پھینک رہے ہیں۔ ان کو مٹھی میں کرتے ہوئے الّا کہتے ہوئے۔ یہ سمجھتے ایسا تصور کرتے ہیں کہ خدا کا نور پا رہے ہیں۔ اپنے منہ میں ڈال رہے ہیں۔ جب ڈال لیا کے تصور میں آتے ہیں تو ایک ضرب الا اللہ کی دل پر۔ ایک سامنے۔ ایک بائیں۔ ایک دائیں۔ پھر سینے پر لگاتے ہیں یہ بہت پرتاثیر ذکر ہے۔ یہ ذکر مداومت کے ساتھ کریں تو حضور و شہود حاصل ہو جاتا ہے۔ ابدال آتے اور ذکر کرنے والے کے ساتھ ذکر کرنے لگ جاتے ہیں۔

اشارہ: ہمیشہ ذکر میں رہیں۔ ذکر کرتے رہیں تو ذکر کرنے والے میں ذکر اثر کرتا ہے ذکر کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ دل ذکر کرنے لگ جاتا ہے۔ خود بخود ذکر جاری رہتا ہے۔ ذکر کرنے والا۔ دل کے ذکر کی آواز سن پاتا ہے بلکہ جو بھی ذکر کرنے

marfat.com

(۲۸) ایک طریقہ اس ذکر کا یہ بھی ہے کہ ھُوْ کہتے ہوئے سر کو اٹھائیں آسمان کی طرف نظر کریں۔ ھُوْ کہتے ہوئے دل پر ضرب لگائیں۔

(۲۹) ایک طریقہ ھُوْ کے ذکر کا یہ ہے کہ دم کو اندر لیتے ہوئے ھُوْ چھوڑتے ہوئے ھُوْ خیال کے ذریعہ سے کہتے رہیں۔ تو چند دن کے بعد معلوم ہو گا کہ یہ عجیب و غریب شے ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہے کہ رات دن میں چوبیس ہزار دم ہوتے ہیں جو دم یاد کے بغیر گزرے اس کی نسبت سوال ہو گا انہوں نے کہا کہ میں دم لیتے ہوئے چھوڑتے ہوئے ذکر کیا کرتا ہوں۔

(۳۰) ایک ذکر یَا ھُوْ کا یہ ہے کہ یَا ھُوْ کہتے ہوئے دائیں بائیں' آگے پیچھے' اوپر نیچے ضرب لگائیں۔

(۳۱) ایک ذکر لَا ھُوْ اِلَا ھُوْ کا بھی ہے۔ لَا ھُوْ کہتے ہوئے سر کو اٹھاتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ دل سے اللہ کے سوائے سب کو نکال باہر کر رہا ہوں۔ پھر سر کو نیچا کر کے اِلَّا ھُوْ کی ضرب دل پر لگاتے اور یہ تصور باندھتے ہیں کہ اللہ کو دل میں بٹھا رہا ہوں۔ تجلی ذات کے ذکر میں الف و لام کو گرا دیتے ہیں۔

(۳۲) بعض ذکر روح کے کھولنے کے ہیں جس کو کشفِ ارواح کہتے ہیں۔ ان اذکار کے کرنے سے جو روح بھی' جہاں کہیں بھی ہو اس کا کشف ہو جاتا ہے ذکر کے لئے جس طرح بیٹھا کرتے ہیں۔ اسی طرح بیٹھ جائیں "یا رب" اکیس مرتبہ کہیں یا روح الروح کہتے ہوئے دل پر ضرب لگائیں۔ پھر سر کو اونچا کر کے یا روح کہیں۔ مراقبہ میں ہو جائیں۔

(۳۳) ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ یَا رَبُ اکیس مرتبہ کہیں۔ یا روح کہتے ہوئے دل پر ضرب لگائیں۔ یا روح یا روح الروح کہیں۔ یا رب کی ضرب دل پر لگائیں' مراقبہ میں آ جائیں۔ اپنے دل اپنی روح کو مطلوب کی طرف لگائے رکھیں دل و جان سے متوجہ ہو جائیں تا کہ وہ ظاہر ہو جائے۔ جب ظاہر ہو جائے تو روح سے جو چاہیں سوال کریں۔

marfat.com

جانب۔ دوسری ضرب بائیں جانب۔ تیسری ضرب قبلہ کی جانب چوتھی ضرب آسمان کی جانب لگائیں۔ ذکر جاری رکھیں۔ ختم ذکر ربی کہتے ہوئے مراقب ہو جائیں۔

(۴۰) ایک ذکر النور کا بھی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ یا نور کہتے ہوئے داہنی جانب ضرب لگاتے ہیں۔ یا نور کہتے ہوئے بائیں جانب ضرب لگاتے ہیں' یا منور کہتے ہوئے دل پر لگاتے ہیں۔ ہر روز اس طریقے سے ذکر کریں تو انوار کھل جاتے ہیں۔

(۴۱) ایک ذکر اَلْحَقُّ کا ہے اس کو سہ رکنی چار رکنی ذکر کی طرح کر سکتے ہیں۔ سہ رکنی میں تیسری دفعہ چار رکنی میں چوتھی دفعہ دل پر الحق کی ضرب لگاتے ہیں اس ذکر میں ذکر کرنے والے پر جلال کی تجلی ہوتی ہے۔ جو اس کو برداشت کر لیتا ہے ٹھہر جاتا' صابر رہ جاتا ہے تو بہت ساری مرادوں کے لائق ہو جاتا ہے۔ بہت بزرگ و اعلیٰ چیزیں کھل جاتی' دِکھ جاتی ہیں۔ آخری ضرب میں حَقِّیّ بھی کہہ سکتے ہیں۔

(۴۲) ایک ذکر حق حقی کا بھی ہے۔ حق کہتے ہوئے داہنی جانب ضرب لگاتے ہیں' حق کہتے ہوئے بائیں جانب ضرب لگاتے ہیں۔ حقی کہتے ہوئے دل پر ضرب لگاتے ہیں۔

(۴۳) چند ذکر اردو میں بھی کیے جاتے ہیں۔ ''وہ ہی ہے'' کہتے ہوئے داہنی جانب ''یہی ہے'' کہتے ہوئے بائیں جانب ''یہیں ہے'' کہتے ہوئے دل پر ضرب لگاتے ہیں۔

(۴۴) بعض ذکر وہ ہیں جس میں چوزانو بیٹھتے ہیں اس آسن پر بھی بیٹھتے ہیں جیسا کہ جوگی بیٹھا کرتے ہیں۔ آنکھیں کھلی رکھ کر آسمان کی طرف نظر کر کے ''وہ وہی ہے'' ہزار مرتبہ دہراتے ہیں۔ اس ذکر میں۔ ذکر کرنے والے پر ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ گھر الٹ گیا ہو۔ جب ذکر کرنے سے ٹھہر جاتا ہے' رہ جاتا ہے تو پھر اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے۔

(۴۵) چند مخصوص اذکار میں سے ایک ذکر شیخ کا بھی ہے۔ شیخ کا نام لیا جائے' سرو

marfat.com

(۵۲) ایک وہ ذکر ہے جس کو کشف ملکوت (عالم باطن عالم فرشتگان کا کھلنا) کہتے ہیں۔ اس ذکر میں روح کا کشف ہوتا ہے۔ فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اس کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سُبُّوحٌ کہتے ہوئے بائیں جانب۔ قُدُّوسٌ کہتے ہوئے دائیں جانب قبلہ کی طرف رخ کر کے سر اٹھا کے رَبُّ الْمَلَائِکَۃُ اور دل پر وَالرُّوحِ کی ضرب لگاتے ہیں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ دائیں جانب سُبُّوحٌ بائیں جانب قُدُّوسٌ کہہ کر بائیں کندھے سے بطور حلقہ دائیں کندھے کی طرف سر کو لاتے ہوئے رَبُّ الْمَلَائِکَۃُ اور دل پر وَالرُّوحِ کی ضرب لگاتے ہیں۔ یہ ذکر سہ رکنی چار رکنی دو حلقی سہ حلقی کر وبین، جبر و تین کے اذکار کی طرح بھی کیا جا سکتا ہے۔ خیال و تصور سے بھی کیا جاتا ہے۔

(۵۳) بعض ذکر وہ ہیں جو قدیم اردو الفاظ میں کئے جاتے ہیں۔ شیخ المشائخ بابا فرید گنج شکر اجودھنی قدس سرہ العزیز سے مروی ہیں۔ اکثر بزرگوں نے اس کی روایت کی ہے۔ اس کے کرنے کے طریقے بتلائے ہیں۔ رو بقبلہ ہو کر بطور قاعدہ نماز بیٹھ جائیں۔ تنزیہہ میں آ جائیں۔ جہت سے۔ سمت سے ارفع ہو کر دائیں جانب "کہ نہاں توں" بائیں جانب "اوہاں توں۔" آسمان کی طرف "اوتھا توں" کی ضرب لگائیں۔ ہر جگہ وہ ہے کا تصور رکھیں لیکن ایسا نہیں ہے جیسے ہم تم ہوتے ہیں اس میں مراقب ہو جائیں۔ روایت کرتے ہیں کہ سلسلہ بہ سلسلہ یہ ذکر آیا ہے۔ بندگی شیخ الاسلام خواجہ فرید الحق والدین بابا گنج شکر قدس سرہ یہ ذکر بہت کیا کرتے تھے۔

(۵۴) ایک ذکر یا احد یا صمد یا فرد یا وتر کا بھی ہے۔ اس کے کرنے کا طریقہ یہ بتلایا گیا ہے کہ بائیں آستین کھینچ کر کندھے پر ڈال لیں، دایاں قدم آگے بڑھائیں یا احد یا احد جلد جلد کہیں دائیں جانب ضرب لگائیں۔ یا صمد یا صمد جلد جلد کہیں دائیں جانب ضرب لگائیں۔ یا وتر یا وتر جلد جلد کہیں بائیں جانب ضرب لگائیں جو قدم بڑھایا تھا وہ کھینچ لیں۔ جیسے کہ تھے ویسے رہ جائیں۔

والسلام

تمت ترجمة الرسالہ

marfat.com

دیگر کُتب

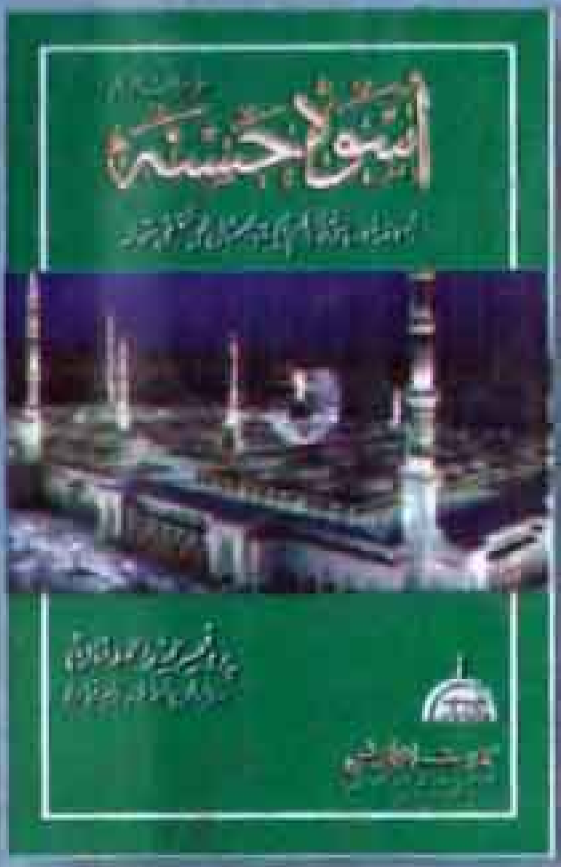

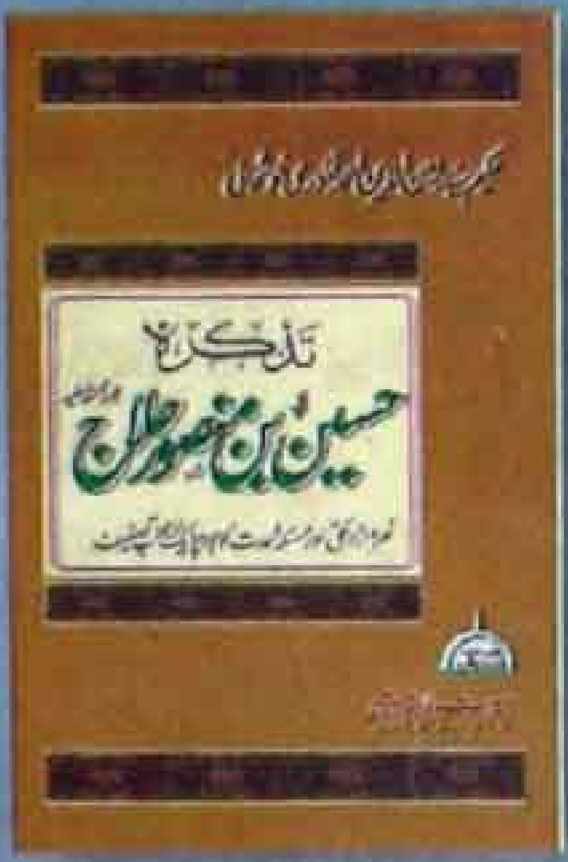

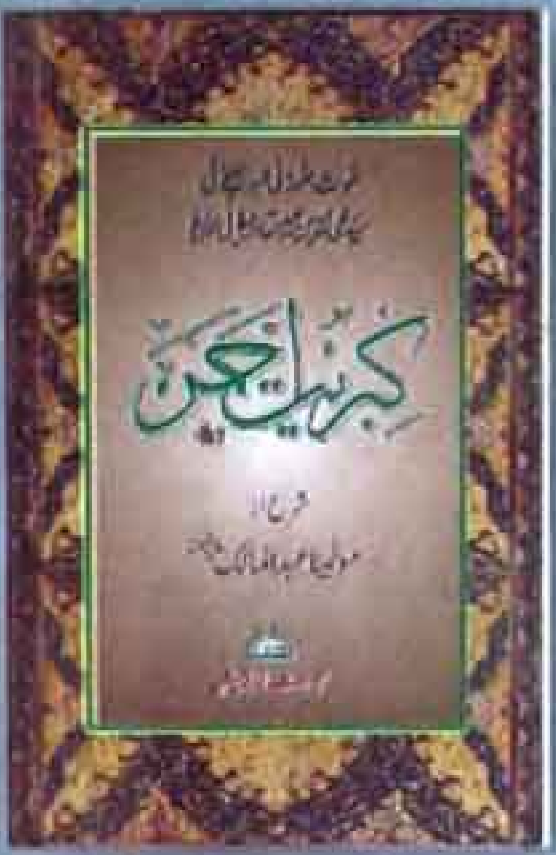

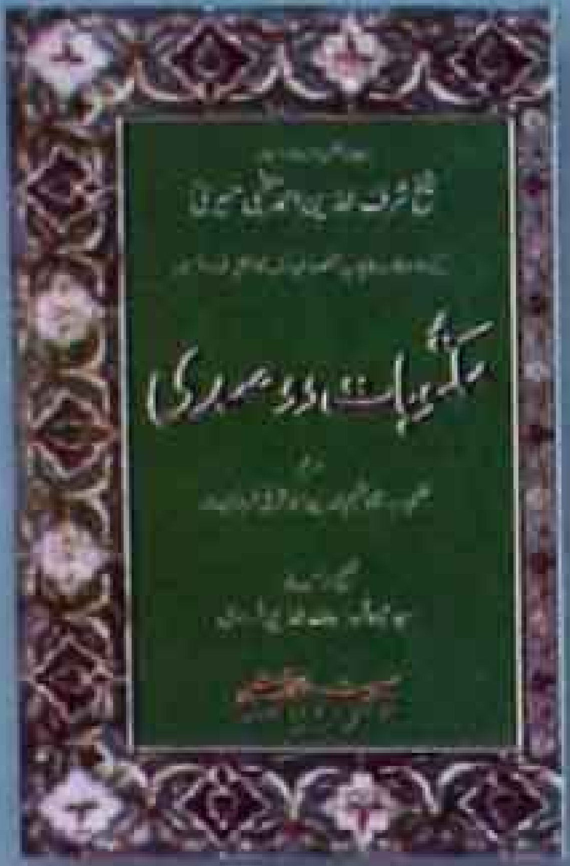

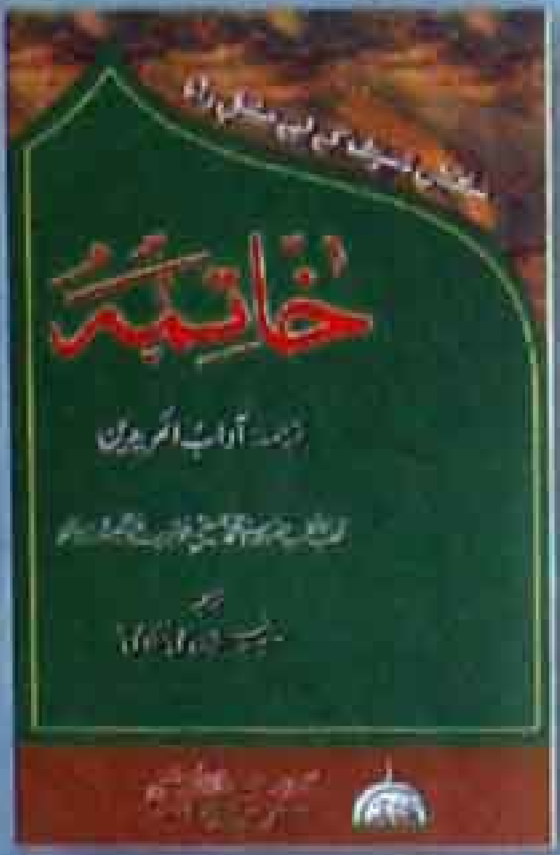

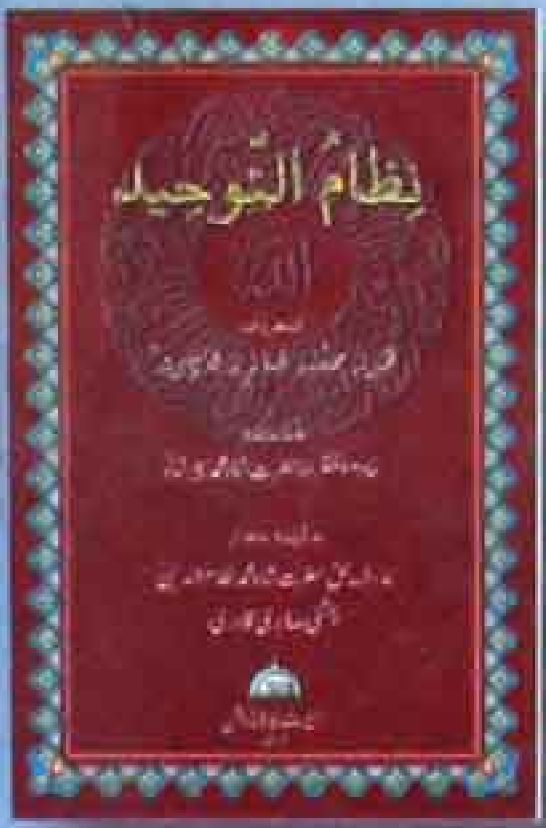

ملنے کا پتہ: **دربار بک شاپ**

دربار مارکیٹ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور